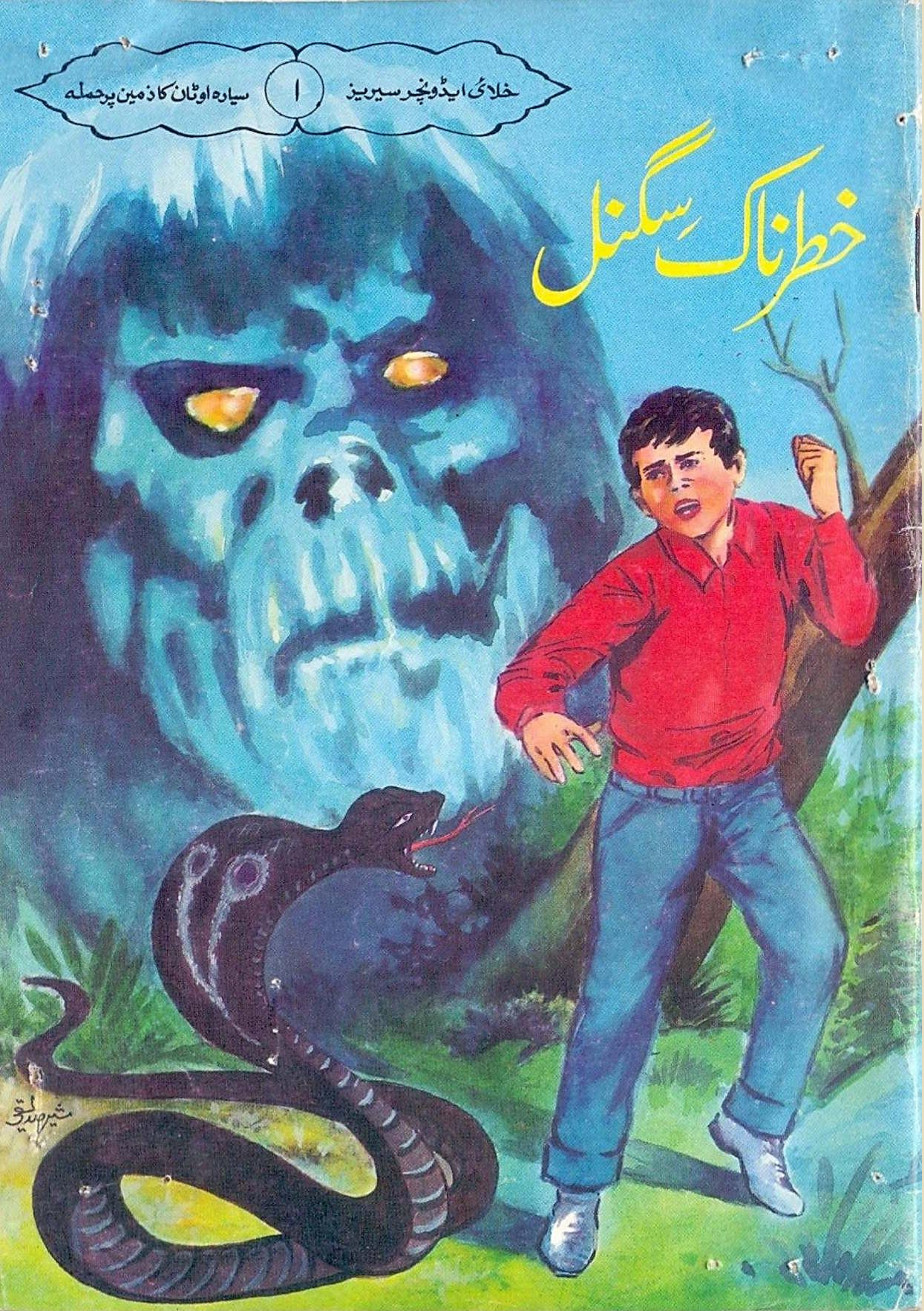


خلائی ایڈونچر سیریز
1
سیارہ اوٹان کا زمین پر حملہ
خطرناک سگنل

خلائی ایڈونچر سیریز پہلا حصّہ

خطرناک سگنل

اے حمید

نونہال ادب

ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی

مجلسِ ادارت

ناشر : ہمدرد فاؤنڈیشن پریس ، ہمدرد سنٹر ناظم آباد، کراچی

اشاعت : ۱۹۹۱

تعداد اشاعت : ۲۰۰۰

قیمت : ۱۰ روپے

نونہال ادب کی کتابیں "نہ نفع نہ نقصان" کی بنیاد پر شائع کی جاتی ہیں۔

پیش لفظ

تلاش اور جستجو انسان کی فطرت ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالو اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور سیّارے، پہاڑ اور دریا، چرند اور پرند، پھول اور پھل۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے عقل اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔ اُسے چیزوں کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی قوّت اور صلاحیت دی گئی ہے تاکہ وہ کائنات کی بے شمار چیزوں سے، جو اُسی کے لیے پیدا کی گئی ہیں، فائدہ اُٹھائے اور وہ بُلند مقام حاصل کرے جو اس کا مقدّر ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں سے کام لینے کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم سائنس ہے۔ بٹن دبا کر گھروں اور شہروں کو روشن کرنے سے لے کر چاند تک پہنچنے کا گُر ہمیں سائنس ہی نے سکھایا ہے۔ ایک چھوٹا سا حقیر بیج کیسا زبردست، تناور درخت بن جاتا ہے، پھولوں میں رنگ کہاں سے آتے ہیں، انسان غذا کیسے ہضم کرتا ہے، اُس کے بدن میں خُون کیسے دوڑتا ہے، بھاری بھرکم جہاز ٹنوں وزن لے کر سمندر میں ڈوبتے کیوں نہیں، دیو پیکر طیّارے ہوا میں کیسے اُڑتے چلے جاتے ہیں۔ چاند، سورج

اور سیّارے خلا میں کیسے گردش کر رہے ہیں۔ یہ سب ہم نے سائنس ہی کے ذریعہ سے جانا ہے۔ انسان سائنس ہی کے ذریعہ سے چاند پر پہنچا ہے، اُس کے بنائے ہوئے راکٹ ہمارے نظامِ شمسی کے آخری کناروں کو چھونے والے ہیں۔

اپنی دُنیا اور اپنی دُنیا سے باہر انسان کی یہ تلاش و جستجو مسلسل جاری ہے۔ سائنس کی ترقّی اُسے دم بہ دم آ گئے بڑھائے چلی جا رہی ہے۔ کل کی کہانیاں آج کی حقیقتیں بن چکی ہیں۔ سائنس فکشن انسان کی قدرت کے چھُپے ہوئے راز جاننے کی خواہش کا اظہار ہے۔ اُڑن کھٹولا ماضی کی سائنس فکشن تھا۔ آج یہ ہوائی جہاز کی شکل میں حقیقت ہے۔ جولیس ورن کی سمندر کی تہہ میں مسلسل تیرنے والی "ناٹیلس" اب ایک افسانہ نہیں ایٹمی آب روز کی شکل میں ایک زندہ حقیقت ہے۔ کون کہہ سکتا ہے آج کی سائنس فکشن کل کی حقیقت نہ بن جائے۔

جب تک انسان تلاش و جستجو کے عمل میں رہے اور علم حاصل کرتا رہے گا کہانیاں حقیقتیں بنتی رہیں گی۔

حکیم محمد سعید

خطرناک سگنل

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے۔

شہر کے گلی کوچے سُنسان ہیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں گہری نیند سو رہے ہیں۔ ریل کے پھاٹک سے تھوڑی دور پرانے قبرستان میں پُراسرار اندھیرا چھایا ہے۔ ہر طرف خاموشی ہے۔ دور شہر کی بتّیاں ستاروں کی طرح ٹمٹما رہی ہیں۔ پُرانے قبرستان کے قریب ہی ایک چھوٹی سی دو

منزلہ کوٹھی کی ساری بتّیاں بُجھی ہوئی ہیں۔ صرف اوپر والی منزل کے ایک کمرے کی بتّی جل رہی ہے۔ یہ عمران کا کمرا ہے۔ عمران کے امّی ابّو سو رہے ہیں۔ نوکر بھی اپنے کوارٹر میں سو رہا ہے۔ صرف عمران اپنے کمرے میں جاگ رہا ہے۔ اُس نے اپنا ایڈوانسڈ ماڈم کمپیوٹر کھول رکھا ہے۔ عمران اِس کمپیوٹر میں ایک ایسا آلہ لگانے کی کوشش کر رہا ہے جس کی مدد سے وہ اپنی ٹیلی فون لائن پر باہر سے آنے والا کوئی بھی پیغام تحریری شکل میں ریکارڈ کر سکے گا۔ اِس کے علاوہ وہ مُلک کے اندر اور مُلک سے باہر اِسی قسم کے ماڈم کمپیوٹر سے آنے والے سگنل بھی وصول کر سکے گا اور اپنا کوئی بھی پیغام سگنل کی شکل میں دوسرے کمپیوٹر تک پہنچا سکے گا۔

عمران کو اپنے کمپیوٹر پر نئے نئے تجربے کرنے کا بڑا شوق تھا۔ وہ چاہتا تھا

کہ اپنے کمپیوٹر کو ٹیلیے فون لائن سے جوڑ دیے اور پھر جب وہ کالج گیا ہوا ہو اور پیچھے اس کا کوئی فون آئے تو وہ سارے کا سارا کمپیوٹر میں محفوظ ہو جائے اور وہ کالج سے واپس آکر کمپیوٹر چلا کر وہ پیغام تحریری شکل میں پڑھ لے۔ وہ خاص آلے کا تار کمپیوٹر کے تار سے جوڑ رہا تھا کہ باہر کسی کے قدموں کی آواز سُنائی دی۔ عمران کے ہاتھ رُک گئے۔ اس کے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ انسانی قدموں کی آواز دروازے کے پاس آکر رُک گئی۔ عمران سوچنے لگا۔ آدھی رات کو آنے والا یہ کون ہو سکتا ہے۔

"عمران! دروازہ کھولو۔"

یہ عمران کے ابّو کی آواز تھی۔ اس نے جلدی سے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ اس کے ابّو نے کھُلے ہوئے کمپیوٹر پر ایک نگاہ ڈالی اور ہلکی سی ڈانٹ کے

ساتھ کہا :

"یہ تُم اتنی رات گئے کیا کر رہے ہو؟"

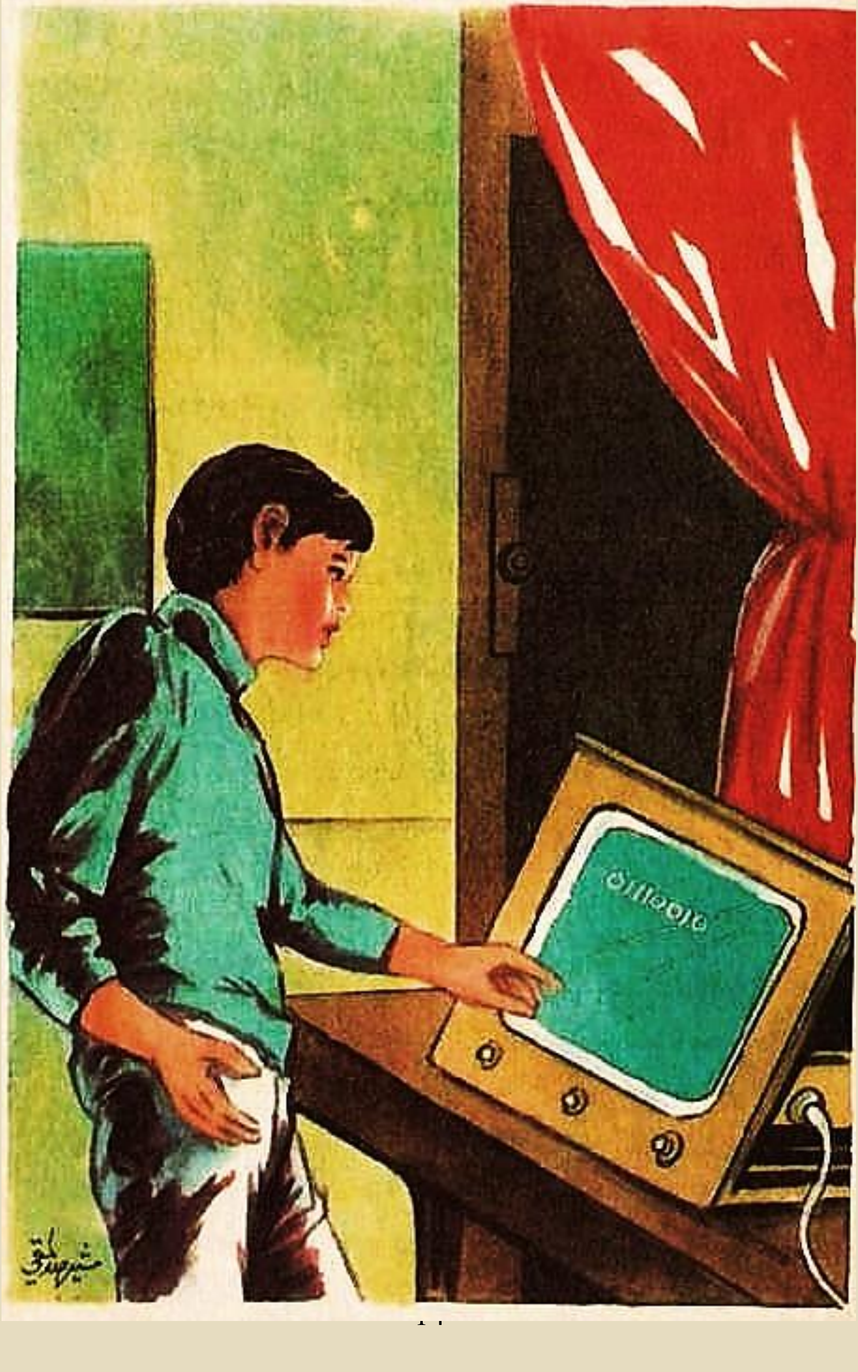
عمران نے بڑے ادب سے کہا :

"ابّو جان! میں اپنے ٹیلی فون کو کمپیوٹر سے جوڑ رہا ہوں۔ پھر ہم ریسیور اٹھائے بغیر ٹیلی فون پر کی گئی باتیں کمپیوٹر کی اسکرین پر پڑھ لیا کریں گے۔"

عمران کے ابّو نے ذرا سختی سے کہا :

"بس بہت ہو گیا۔ اب سو جاؤ۔ صُبح کالج بھی جانا ہے۔ تمھیں پتا ہے رات کے دو بجنے والے ہیں۔ بند کرو بتّی اور سو جاؤ۔"

"جی ابّا جان!"



عمران تاروں وغیرہ کو سمیٹنے لگا۔ دیوار کے ساتھ اس کا بستر لگا تھا۔ اس کے ابّو چلے گئے۔ عمران نے ہمیشہ اپنے ابّو کا کہنا مانا تھا۔ اس نے سوچا باقی کام کل کروں گا۔ اب سوجانا چاہیئے۔ ویسے بھی اتنی رات تک جا گتے رہنا صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہوتا۔ اس نے اپنا بستر ٹھیک کیا۔ باتھ روم میں جا کر دانت صاف کیے اور کمپیوٹر کا سوئچ بند کرنے کے لیے میز کی طرف بڑھا۔ ابھی اس نے سوئچ بند کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کمپیوٹر کی اسکرین پر سگنل اُبھرنے لگے۔ اس کا ہاتھ وہیں رُک گیا۔ وہ حیران ہوا کہ ابھی اس نے اپنے کمپیوٹر ماڈم کے ساتھ سگنل وصول کرنے والا آلہ لگایا ہی نہیں پھر اسکرین پر یہ سگنل کیسے آنے لگے؟

وہ جھُک کر کمپیوٹر کی اسکرین کو دیکھنے لگا۔ یہ سگنل مشینی زبان میں آٹھ آٹھ ہندسوں کے کوڈ میں آرہے تھے۔ عمران کمپیوٹر کی یہ مشینی زبان سمجھتا

تھا۔ پہلے ۰۱۰۰۱۱۱۰ کے آٹھ ہندسے اُبھرے۔ اُس کے بعد تھوڑی تھوڑی تبدیلی کے ساتھ یہ ہندسے اُبھرتے چلے گئے۔ یہ بڑے پُراسرار تھے اور کُچھ معلوم نہیں تھا کہ کہاں سے آ رہے ہیں۔ عمران اتنی جلدی اُنہیں سمجھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نے جلدی جلدی ساتھ ساتھ اِن سگنلوں کو کاپی پر لکھنا شروع کر دیا۔ یہ مشینی زبان کے کوڈ کی چار سطریں تھیں۔ اس کے بعد سگنل اچانک بند ہو گئے۔ ہندسے غائب ہو گئے اور ایک عجیب سی سیٹی کی آواز بُلند ہو کر خاموش ہو گئی۔ عمران نے کمپیوٹر کو کھُلا ہی رہنے دیا۔ کمرے کی بتّی بُجھا کر ٹیبل لیمپ روشن کر لیا تاکہ باہر سے زیادہ روشنی نظر نہ آ سکے۔ کاپی پر لکھے ہوئے مشینی زبان کے سگنل اس کے سامنے تھے۔ وہ اسی لمحے ان اپنی زبان میں کھولنے کی کوشش میں لگ گیا۔ جوں جوں سگنل کھُل رہے تھے اور تحریری شکل میں آ رہے تھے

عمران کی آنکھیں کھُلتی جارہی تھیں اور دِل کی دھڑکن تیز ہونے لگی تھی۔

سگنل کسی خلائی مخلوق کے تھے جو ہمارے نظام شمسی سے بھی باہر کسی دُور دراز نامعلوم سیّارے سے بھیجے جا رہے تھے۔ جب عمران نے سارے پُراسرار سگنل اپنی زبان میں ترجمہ کر لیے تو اس نے دھڑکتے دِل کے ساتھ پڑھا۔ لکھا تھا:

"اس دُنیا کے وقت کے مطابق کل رات ٹھیک ایک بجے خلائی تابوت پہنچ رہا ہے۔ اس کے بعد تم لوگوں کو اپنا قاتل مشن شروع کر دینا ہوگا۔ گریٹ کنگ کا یہ حُکم ہے۔ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔"

عمران یہ خطرناک خلائی سگنل پڑھ کر پریشان ہو گیا۔ اسے خیال آیا کہیں سگنل کے ترجمہ کرنے میں اِس سے کوئی غَلطی تو نہیں ہو گئی۔ اس نے ایک بار پھر بڑی احتیاط کے ساتھ مشینی زبان کے خُفیہ ہندسوں کا سنبھل

سنبھل کر ترجمہ کیا۔ پھر وہی تحریر نکلی۔ اب کسی قسم کے شک شُبہے کی گنجائش نہیں رہی تھی۔ عمران نے اِن ہندسوں کی لمبائی اور ان کے درمیانی وقفوں کو جب اپنے کمپیوٹر کی مدد سے ناپا تو اس پر یہ راز کھلا یہ سگنل ہمارے نظامِ شمسی سے دور کسی دوسرے نظامِ شمسی سے آئے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ ہمارے نظام سے بھی آگے کسی دور دراز نظامِ شمسی کے سیّارے کی مخلوق اِس دُنیا پر کوئی قاتل مشن شروع کرنے والی تھی۔

باہر سے عمران کے ابّو کی کرخت آواز آئی۔

"تم ابھی تک جاگ رہے ہو؟ سوئے کیوں نہیں؟"

"سو رہا ہوں ابّا جان!"

یہ کہہ کر عمران نے کمپیوٹر بند کر کے ٹیبل لیمپ بجھا دیا اور اپنے بستر پر لیٹ

گیا۔ خلائی سگنل کی تحریر والی کاپی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے کاپی بند کر کے تکیے کے نیچے رکھ لی اور آنکھیں بند کرلیں۔ نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے ایک ایسا تباہ کُن خلائی پیغام پکڑلیا تھا کہ جس کو پڑھنے کے بعد اس کی نیند اُڑ گئی تھی۔ کل رات ایک بجے کسی اجنبی نظامِ شمسی کے سیّارے سے ایک خلائی تابوت نیچے آنے والا تھا۔ ظاہر ہے کہ جہاں یہ خلائی تابوت پہنچایا جا رہا تھا وہاں کوئی نہ کوئی خلائی مخلوق اِسے وصول کرنے کے لیے ضرور موجود ہوگی۔ اِسی مخلوق کو یہ پیغام سگنل کے ذریعہ سے پہنچایا گیا تھا۔ سگنل کے آخر میں کہا گیا تھا کہ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس خلائی مخلوق کی خُفیہ کمیں گاہ قبرستان کے پیچھے ہی کسی جگہ پر ہوگی۔ ایک قبرستان تو ریلوے پھاٹک کے پار ویران ٹیلوں کے درمیان عمران کی کوٹھی سے کُچھ فاصلے پر ہی تھا۔ کیا

اس قبرستان کے پیچھے خلائی مخلوق نے اپنی خُفیہ میں گاہ بنا رکھی ہے؟ وہ سوچنے لگا۔

عمران کی سمجھ میں کُچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا۔ لوگ اسے پاگل سمجھیں گے۔ اگر اُس نے پولیس کو اِطّلاع کی تو پولیس والے بھی اس کا مذاق اُڑائیں گے۔ کیوں کہ اس کے پاس یہ ثابت کرنے کے لیے کوئی ٹھوس ثبوت نہیں کہ یہ سگنل کسی خلائی مخلوق کے ہیں جو اس دُنیا کو تباہ کرنے کا کوئی پروگرام شروع کرنے والی ہے۔ اچانک اسے شیبا کا خیال آگیا۔ وہ صُبح شیبا کو یہ سب کُچھ بتا دے گا۔ شیبا عمران کی چچا زاد بہن بھی تھی اور اس کے ساتھ کالج میں بھی پڑھتی تھی۔ وہ بھی عمران کی طرح سائنس کی اسٹوڈنٹ تھی۔ اُسے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا کتابی علم تھا۔ اس خیال کے ساتھ عمران نے کُچھ سکون سا

محسوس کیا اور وہ سو گیا۔

دوسرے روز وہ کالج گیا تو باغیچے میں بیٹھ کر شیبا کا انتظار کرنے لگا۔ کُچھ دیر بعد اسے شیبا کالج کے گیٹ میں داخل ہوتی دِکھائی دی۔ عمران لپک کر اس کی طرف بڑھا اور بولا۔

"شیبا! مُجھے تُم سے ایک بڑی ضروری بات کرنی ہے۔ اگر فرصت ہو تو ذرا میرے ساتھ آؤ۔"

شیبا نے کتابیں اُٹھا رکھی تھیں۔ ہنس کر بولی :

"میرا تو ابھی پیریڈ ہے۔ پیریڈ کے بعد ہی میں تُم سے کوئی بات کر سکوں گی۔"

عمران نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

”شیبا! یہ بڑی ضروری بات ہے۔ تم آج کلاس میں مت جاؤ۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ شیبا نے جواب دیا۔ ”میں کلاس نہیں چھوڑ سکتی۔ پیریڈ کے بعد ملوں گی۔ بائی بائی۔“

یہ کہہ کر شیبا تیز تیز قدموں سے اپنے کلاس روم کی طرف چل دی۔ عمران سر پکڑ کر رہ گیا۔ اس کا پیریڈ خالی تھا۔ وہ باغیچے کی خالی بنچ پر بیٹھ گیا۔ خلائی سگنل کی تحریر والا پرچہ اُس کی جیب میں ہی تھا۔ اس نے پرچہ نکال کر کھولا اور ایک بار پھر خطرناک خلائی سگنل پڑھا۔ اُس کا کلاس فیلو شہباز اسے دیکھ کر قریب آ گیا اور ہنس کر بولا:

”کس کا خط پڑھ رہے ہو عمران؟ ذرا ہمیں بھی دکھاؤ۔“

عمران نے جلدی سے کاغذ جیب میں رکھ لیا اور بولا:

"خط نہیں ہے۔ میری امّی نے مارکیٹ سے کُچھ چیزیں لانے کے لیے کہا تھا۔ وہی لسٹ دیکھ رہا تھا۔"

شہباز اُس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ عمران کا دماغ اس کی بے کار باتوں کے لیے بالکل حاضر نہیں تھا۔ مگر مجبوری تھی۔ وہ اس کی باتوں کا ہوں ہاں سے جواب دیتا رہا۔ شہباز نے اس کی طرف دیکھ کر کہا :

"کیا بات ہے عمران! تم مُجھے کُچھ پریشان سے دکھائی دیتے ہو۔"

عمران نے جلدی سے کہا :

"نہیں بھئی۔ ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں کیوں پریشان ہونے لگا۔"

شہباز کتابیں سنبھالتا ہوا اُٹھا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اُس کی کلاس شروع ہونے والی ہے۔ اُس کے جانے کے بعد عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب

اسے شیبا کا بڑی شدّت سے انتظار تھا۔ باغیچے کی گھاس پر دھوپ کھِلی ہوئی تھی۔ موسم بڑا خوش گوار تھا۔ مگر عمران کو سخت بے چینی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح شیبا آ جائے اور اُسے خلائی سگنل پڑھائے اور بتائے کہ اِس دُنیا پر کوئی پُر اسرار خلائی مخلوق حملہ کرنے والی ہے اور ہماری خوب صورت دُنیا کی سلامتی سخت خطرے میں ہے۔ بڑی مُشکل سے پون گھنٹہ گزرا اور شیبا کی کلاس ختم ہو گئی۔

عمران جلدی سے برآمدے کی طرف بڑھا۔ شیبا اپنی ایک سہیلی کے ساتھ باتیں کرتی کلاس سے باہر نکل رہی تھی۔ وہاں کالج میں سب کو معلوم تھا کہ شیبا عمران کی چچا زاد بہن ہے۔ عمران کو دیکھ کر شیبا اس کے پاس آ گئی اور بولی:

"اب کہو وہ کون سی ضروری بات تھی جو تُم کرنا چاہتے تھے؟"

عمران نے کہا :

"باغ کے کونے میں آ جاؤ۔ وہاں خالی بینچ پر بیٹھ کر تمہیں سب کُچھ بتا تا ہوں۔"

شیبا نے مُسکرا کر پوچھا۔ "آخر بات کیا ہے عمران؟ تم یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو؟"

عمران کا چہرہ بڑا سنجیدہ تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں باغ کے کونے والی خالی بینچ پر آ کر بیٹھ گئے۔ وہاں ان دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ تب عمران نے کہا :

"شیبا! میں تمہیں ایک ایسا خطرناک راز بتانے والا ہوں جس کا ابھی تک سوائے میرے اِس دُنیا کی کسی مخلوق کو علم نہیں ہے۔"

شیبا ہنس کر بولی۔

"کیا کوئی زلزلہ آنے والا ہے عمران؟"

عمران نے سنجیدگی سے کہا:

"شاید زلزلے سے بھی زیادہ بھیانک بات ہونے والی ہے۔"

اب شیبا بھی سنجیدہ ہوگئی۔ اس نے کہا:

"تُم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

عمران نے جیب سے پُر اسرار خلائی سگنل کی ترجمہ کی ہوئی تحریر والا پرچہ نکال کر شیبا کو دیا اور کہا:

"کل رات میں نے ایک خطرناک خلائی سگنل پکڑا ہے شیبا۔ یہ مشینی زبان

میں تھا۔ میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اسے پڑھو۔"

شیبا نے خلائی سگنل دو تین بار غور سے پڑھا۔ عمران کہنے لگا۔

"تُم میرے مزاج سے اچھّی طرح واقف ہو شیبا۔ میں نے کبھی کسی سے اِس قسم کا مذاق نہیں کیا اور تم یہ جانتی ہو کہ میں جھوٹ سے نفرت کرتا ہوں۔"

پھر عمران نے شیبا کو ساری بات کھول کر بیان کر دی کہ کس طرح رات دو بجے کے بعد وہ کمپیوٹر کو ٹیلیفون لائن سے جوڑ رہا تھا کہ اچانک کمپیوٹر کی اسکرین پر ایک پُراسرار سگنل اُبھرنے لگا۔ شیبا نے بڑے غور سے ایک بار پھر خلائی سگنل پڑھا اور عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"اِس سگنل کے کوڈ بٹس کتنے ہندسوں میں تھے؟"



"آٹھ ہندسوں میں تھے۔ کوڈ آٹھ بٹس میں ہی ہوتے ہیں۔"

عمران نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ شیبا ایک بار پھر خلائی تحریر پڑھنے لگی۔ عمران نے کہا :

"کیا تُم سمجھتی ہو کہ یہ غَلط سگنل بھی ہو سکتے ہیں ؟"

شیبا کی نظریں خلائی تحریر والے کاغذ پر جمی تھیں۔ کہنے لگی۔

"غَلط سے کیا مراد ہے ؟ آخر تمھارے کمپیوٹر کی اسکرین پر اِن سگنلوں کی تحریر ابھری تھی اور تمہارا کمپیوٹر ۲۸۶ مشین والا ایڈوانسڈ کمپیوٹر ہے۔ ماڈرن ہے۔ یہ جدید ترین کمپیوٹر ہے۔ اِس پر آیا ہوا سگنل غَلط کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ خلائی سگنل ہی ہے جو زمین پر موجود کسی خلائی مخلوق کے کمپیوٹر پر دیا گیا ہے۔"

عمران کو بڑا حوصلہ ہوا کہ شیبا نے اس کی بات پر یقین کر لیا تھا۔ اس نے کہا :

"میں نے سگنل کے ہندسوں کے وقفوں کو ناپا تھا۔ اِس سے میں اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سگنل ہمارے نظام شمسی سے نہیں بلکہ کسی ایسے خلائی سیّارے سے بھیجے گئے ہیں جو کسی دوسرے نظامِ شمسی میں واقع ہے اور جہاں کسی گریٹ کِنگ کی حکومت ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ گریٹ کِنگ کا یہ حُکم ہے۔ یہ لوگ ہماری دُنیا میں کوئی قاتل مشن شروع کرنے والے ہیں جس کے لیے ایک خلائی تابوت آج رات ایک بجے ہماری زمین پر پہنچنے والا ہے۔"

شیبا نے عمران کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں ہلکا ہلکا خوف سا اُبھر رہا تھا۔ کہنے لگی :

"سگنل میں ہدایت کی گئی ہے کہ قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ جس خلائی مخلوق کو یہ سگنل بھیجا گیا ہے اُس کا خُفیہ ٹھکانہ یا لیبارٹری کسی قبرستان کے پیچھے ہے۔"

عمران نے کہا:

"ایک پرانا قبرستان تو ہماری کوٹھی کے قریب ہی ہے۔ ہو سکتا ہے اُسی قبرستان کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔"

شیبا جیسے گہری سوچ میں تھی۔ بولی:

"یہ شہر کا کوئی دوسرا قبرستان بھی ہو سکتا ہے اس مُجھے سگنل کی اصلی تحریر کو دیکھنا ہوگا۔ مُجھے گھر چل کر وہ سگنل دکھاؤ جس کا تم نے ترجمہ کیا ہے۔"

عمران نے اُسی وقت شیبا کو ساتھ لیا اور ٹیکسی میں سوار ہو کر اپنی کوٹھی میں

آ گیا۔ اس کے ابّو دفتر گئے ہوتے تھے۔ امّی نوکرانی سے گھر کی صفائی وغیرہ کروا رہی تھیں۔ شیبا کو دیکھ کر بولیں :

"شیبا بیٹی آئی ہے۔ کہو امّی کیسی ہیں؟"

شیبا نے بڑے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا :

"امّی بالکل ٹھیک ہیں آنٹی۔ عمران نے نیا کمپیوٹر لیا ہے نا۔ بس وہی دیکھنے آ گئی ہوں۔"

عمران کی امّی بولیں :

"بیٹی اِس کو سمجھاؤ۔ آدھی آدھی رات تک نئے کمپیوٹر کو لیے بیٹھا رہتا ہے۔ رات تو اِس کے ابّو نے بھی اسے ڈانٹا۔"

عمران بولا۔ "امّی جان! وہ تو میں ٹیلی فون لائن جوڑ رہا تھا۔ اب رات کو

نہیں جاگا کروں گا۔ آؤ شیبا بہن! تمہیں اپنا نیا کمپیوٹر دکھاؤں۔"

دونوں اوپر والے کمرے میں آ گئے۔ عمران نے جلدی سے اصلی خلائی سگنل کی نقل نکال کر شیبا کو دِکھائی جس میں چار سطروں میں آٹھ آٹھ ہندسوں کی ٹکڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ اِن ٹُکڑیوں میں زیرو اور ایک کا ہندسہ ہی استعمال کیا گیا تھا جیسا کہ ماڈرن کمپیوٹر کی مشینی زبان میں ہوتا ہے، مگر ہر ٹکڑی میں زیرو اور ایک کا ہندسہ بدل بدل کر آیا تھا۔ شیبا کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس نے اِن ہندسوں کو کمپیوٹر میں فیڈ کر کے اُنہیں اسکرین پر اُبھارا اور ان ہندسوں کے درمیانی فاصلوں کی مدد سے اس قبرستان کی سمت نکالنے کی کوشش کرنے لگی جہاں رات کو ایک بجے خلائی تابوت اُترنے والا تھا اور جس قبرستان کی طرف سگنل میں اشارہ کیا گیا تھا۔

عمران بھی شیبا کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ دونوں کی نظریں کمپیوٹر کی اسکرین پر

جمی ہوئی تھیں۔ شیبا کاغذ پر ساتھ ساتھ کُچھ لکھتی بھی جا رہی تھی۔ پندرہ بیس منٹ کی کوشش کے بعد شیبا نے کمپیوٹر اوف کر دیا اور کاغذ پر ایک طرف پنسل سے تیر کا نشان لگاتے ہوئے بولی :

"میرے حساب کے مطابق جس قبرستان کی طرف اس جنگل میں اشارہ کیا گیا ہے وہ تمہاری کوٹھی کے علاقے والا قبرستان نہیں ہے بلکہ یہ شمال مغرب کی طرف واقع ہے اور شمال مغرب کی طرف شہر کا وہ سب سے پُرانا قبرستان ہے جواب ویران ہو گیا ہے اور جہاں کوئی اپنے مُردے دفن کرنے نہیں لے جاتا کیوں کہ اس قبرستان کے بارے میں کم زور عقیدے والے لوگوں نے مشہور کر دیا ہے کہ وہاں بد روحوں کا بسیرا ہے۔"

عمران نے کاغذ پر ایک نگاہ ڈالی اور بولا :

"ہمیں اِس بارے میں پورا یقین ہونا چاہیے کہ قبرستان کون سا ہے۔ کیوں کہ میں آج رات اس قبرستان میں چھُپ کر دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہاں خلائی تابوت کس طرح سے لایا جاتا ہے اور میں اس خطرناک خلائی مخلوق کے خُفیہ اڈّے یا لیبارٹری کا بھی سُراغ لگا کر وہاں کی تصویریں بنانا چاہتا ہوں تا کہ ہمارے پاس کوئی ثبوت آ جائے اور پھر پولیس کے ساتھ چھاپہ مار کر اس خلائی مخلوق کو پکڑنے اور اپنی خوب صورت دُنیا اور پیارے وطن کو آنے والی آفت سے بچانے کی کوشش کی جائے۔"

شیبا نے گہرا سانس بھرا اور بولی :

"عمران! میرا حساب کبھی غلَط نہیں ہوتا۔ یہ آسیبی قبرستان ہی ہے۔ مگر کیا تُم رات کو خود وہاں جانا چاہتے ہو؟"

عمران نے کہا۔ "اگر میں نہ گیا تو اس خلائی مخلوق کا مُقابلہ کس طرح کیا

جائے گا؟ مُجھے یقین ہے کہ جِس خلائی تابوت کا سِگنل میں ذکر ہے اُسے کسی اُڑن تشتری کے ذریعہ سے قبرستان کے پیچھے اُتارا جائے گا۔ میں اُس کی تصویر لے لوں گا۔ پھر پولیس کو مُجھے پر اعتبار کرنا ہی پڑے گا۔ ورنہ ہماری بات کا کوئی یقین نہیں آئے گا۔"

شیبا اُٹھ کر کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگی :

"عمران! میرا خیال ہے کہ ہمیں انسپکٹر جنرل پولیس کو خبر کر دینی چاہیے۔"

عمران بولا۔ "کوئی یقین نہیں کرے گا شیبا۔ آئی جی صاحب بھی سمجھیں گے کہ میرا دماغ چل گیا ہے، لیکن جب میں اُنہیں اڑن تشتری کی تصویر دکھاؤں گا تو اُنہیں یقین کرنا ہی پڑے گا۔ اِس لیے میرا آج رات کو آسیبی قبرستان میں جانا ضروری ہے شیبا! بہت ضروری ہے۔ میں اپنا کیمرا ساتھ لے کر جاؤں گا۔ میں فلیش کے بغیر اُڑن تشتری کی تصویر بناؤں گا۔ فلیش

کی چمک سے خلائی مخلوق کو میرا پتا چل سکتا ہے۔"

شیبا نے عمران کی طرف غور سے دیکھا اور فکر مند لہجے میں کہا:

"عمران بھائی! شاید تمہیں اِس بات کا اندازہ نہیں ہے کہ تُم کتنے خطرناک مشن پر جا رہے ہو۔ وہ خلائی مخلوق یہاں قاتل مشن لے کر آ رہی ہے۔ اگر اُس نے اپنے کسی خاص آلے کی مدد سے تمہیں دیکھ لیا تو تمہاری جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ میں تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ آسیبی قبرستان میں جانے کا خیال دِل سے نکال دو۔ ہم ابھی انسپکٹر جنرل پولیس کے پاس چلتے ہیں اور اُنہیں ساری بات بتا دیتے ہیں۔ پولیس خود سارا انتظام کرے گی۔"

عمران کہنے لگا:

"کوئی یقین نہیں کرے گا شیبا۔ سب ہمیں پاگل کہیں گے۔ اپنے مُلک اور یہاں کے رہنے والے بہن بھائیوں کی سلامتی کی خاطر مُجھے یہ خطرہ مول لینا ہی ہوگا۔ میں ضرور جاؤں گا رات کو۔ زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور پھر موت کا ایک وقت مقرّر ہے۔ اگر میرا وقت ابھی نہیں آیا تو دُنیا کی کوئی طاقت میرا بال بیکا نہیں کر سکتی۔ تُم اطمینان رکھو۔"

شیبا نے کہا۔ "تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

عمران بولا۔ "تم آدھی رات کو گھر سے کیسے نکل سکو گی؟ نہیں نہیں۔ تمہیں میرے ساتھ جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ بس تُم کسی سے ابھی اِس کا ذکر مت کرنا۔"

شیبا کہنے لگی۔ "مگر اِس میں تمہاری جان کو خطرہ ہے عمران! خلائی مخلوق تمہیں ضرور دیکھ لے گی اور پھر۔۔۔"

عمران نے بات کاٹتے ہوئے کہا :

"یہ ہمارے مُلک کی سلامتی کا معاملہ ہے شیبا۔ میں اپنی جان پر کھیل کر بھی یہ خطرہ ضرور مول لوں گا۔ اللہ میرے ساتھ ہے۔"

شیبا چُپ ہو گئی۔ وہ عمران کی ضدّی طبیعت سے اچھّی طرح واقف تھی کہ جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس پر قائم رہتا ہے اور یہ تو واقعی دُنیا اور اپنے پیارے مُلک کے کروڑوں لوگوں کی سلامتی کا معاملہ تھا۔ عمران کو دُنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ اس نے صرف اتنا کہا۔

"اپنے ساتھ پستول لے جانا۔ تمھارے ابّو کے پاس لائسنس والا پستول ہے۔ میں تمھارے لیے نماز پڑھ کر اللہ میاں سے دُعا کروں گی۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی حفاظت میں رکھے۔"

تھوڑی دیر بعد شیبا ٹیکسی میں بیٹھ کر کالج چلی گئی اور عمران دوسری ٹیکسی میں بیٹھ کر آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ دِن کے وقت اِس قبرستان کا ایک جائزہ لینا چاہتا تھا۔

خلائی تابوت اترتا ہے

عمران نے قبرستان سے پہلے ہی ٹیکسی چھوڑ دی۔

علاقہ ویران اور غیر آباد تھا۔ دُور دُور تک کوئی آبادی نہیں تھی۔ جس طرف آسیبی قبرستان تھا اُس طرف کوئی سڑک بھی نہیں تھی۔ کبھی ایک کچا راستہ قبرستان کی طرف جاتا تھا۔ مگر جب سے یہ بات بات مشہور ہو گئی تھی کہ وہاں بدروحوں کا بسیرا ہے یہ راستہ بھی مِٹ گیا تھا اور وہاں خشک

کانٹے دار جنگلی جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ یہ آسیبی قبرستان چھ سات چھوٹی چھوٹی بنجر، نسواری پہاڑیوں کے درمیان واقع تھا۔ عمران خشک ریتلی زمین پر جھاڑیوں میں سے گزرتا قبرستان کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ عمران بدروحوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ اُس کے دِل میں اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا۔ وہ سچّا مسلمان تھا۔ چناں چہ ایک سچّے مُسلمان کی طرح اُس کا دِل اللہ کے خوف کے سوا ہر خوف سے پاک تھا۔ اس کا ایمان تھا کہ جس مسلمان کے دِل میں اللہ کا ڈر خوف ہو اس سے دُنیا کی ہر شے ڈرتی ہے، لیکن جس کے دِل میں اللہ کا خوف نہ ہو اُسے دُنیا کی ہر شے ڈراتی ہے۔ احتیاط کے طور پر عمران آسیبی قبرستان کے پرانے شکستہ دروازے کی بجائے پیچھے کی طرف دو ٹیلوں کے درمیان سے گزر کر دیوار کے پاس آیا۔ یہاں سے قبرستان کی دیوار ٹوٹی ہوئی تھی۔ وہ دیوار کے پاس رُک گیا اور دِن

کی روشنی میں قبرستان کو دیکھنے لگا۔ قبرستان میں دِن کے وقت بھی موت کا سنّاٹا تھا۔ ٹوٹی پھوٹی قبروں کے پتھرّوں میں جگہ جگہ خُشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں سوکھے ٹُنڈ مُنڈ درخت بھی تھے۔ کُچھ قبروں کے چبوترے بھی تھے۔ ایک پرانی قبر پر پتھرّ کی چھتری بنی ہوئی تھی۔ عمران قبرستان میں داخل ہوگیا۔

ساری قبروں کی حالت خستہ ہورہی تھی۔ کوئی قبر سلامت نہیں تھی۔ لوگ سنگ مرمر کے کتنے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ قبروں کے پتھرّ اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ کئی قبریں بیٹھ گئی تھیں۔ ان میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ ایک گڑھے میں عمران کو مُردے کی ہڈیاں بھی نظر آئیں۔ عمران درخت کے پیچھے سے نکل کر سامنے آیا تو ایک قبر کے پاس انسانی کھوپڑی پڑتی تھی۔ عمران نے کلمہ شریف پڑھا اور گردے کی کھوپڑی کو اُٹھا کر قبر

کے گڑھے میں بڑے احترام سے رکھ دیا۔ پھر اس نے ہاتھ اُٹھا کر سورۃ فاتحہ پڑھی اور مرے ہونے کی مغفرت کے لیے اللہ کے حضور دُعا کی۔ وہ سارے قبرستان میں گھوم گیا۔ اسے کسی جگہ ایسا کوئی نشان نہ ملا جس سے یہ ثابت ہوتا کہ یہاں خلائی مخلوق نے کوئی خُفیہ لیبارٹری قائم کر رکھی ہے۔

وہ سوچنے لگا کہ اس قبرستان میں رات کو خلائی تابوت کہاں اُتر سکتا ہے۔ پھر اسے خیال آیا کہ سگنل میں یہ اشارہ دیا گیا تھا کہ خلائی تابوت کا قبرستان کے پیچھے انتظار کرنا۔ اس کا مطلب ہے کہ خلائی مخلوق نے قبرستان کے پیچھے اپنی کوئی خُفیہ کمیں گاہ بنا رکھی ہوگی۔ عمران آسیبی قبرستان کی ڈیوڑھی کے پاس آکر رُک گیا۔ ڈیوڑھی کی دیوار ایک طرف سے آدھی گِری ہوئی تھی اور اس پر خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔ یہ قبرستان کا سامنے والا دروازہ ہوا کرتا تھا۔ اس حساب سے قبرستان کا پچھلا حصّہ جنوب کی طرف ہی ہو

سکتا تھا۔ عمران قبروں میں سے گزرتا جنوب کی طرف آگیا۔ یہاں قبرستان کی دیوار گِری ہوئی تھی اور ایک کچّی پگڈنڈی دو ٹیلوں کی طرف جاتی تھی۔ عمران نے جھُک کر زمین کو دیکھا۔ وہاں کسی خلائی مخلوق کے قدموں کے نشان دکھائی نہ دیے۔ اُس نے گھوم کر ٹیلوں کا جائزہ لیا۔ ٹیلے بالکل ویران تھے۔ وہاں کوئی غار یا شگاف نہ تھا۔ عمران ایک پرانی قبر کے قریب سے گُزر رہا تھا کہ اچانک اُسے سانپ کے پھنکار کی آواز سُنائی دی۔ وہ ایک دم دوسری طرف ہو گیا۔ پلٹ کر دیکھا کہ ایک سیاہ کالا سانپ زمین سے تین فیٹ بُلند ہو کر پھن اُٹھائے اُس کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اُس کی لال زبان بار بار نکل رہی تھی۔

عمران نے ایسا خوف ناک پھن دار سانپ زندگی میں پہلے دیکھا تھا۔ سانپ اپنی جگہ ساکت تھا۔ عمران آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا گیا۔ سانپ نے

کوئی حرکت نہ کی۔ عمران کا خیال تھا کہ شاید سانپ کر اس کو ڈسنے کی کوشش کرے گا مگر سانپ اسی طرح اپنی لال لال آنکھوں سے ٹکٹکی باندھے تک رہا تھا۔ عمران نے سوچا کہ اُسے مار ڈالنا چاہیے نہیں تو ہو سکتا ہے رات کے وقت وہ اُسے ڈس لے۔ اس نے ایک قبر پر سے پتھرّ اُٹھا کر سانپ پر دے مارا۔ پتھرّ سانپ کے پھن کے قریب سے ہو کر نکل گیا۔ سانپ نے پھر بھی حملہ کرنے کی کوشش نہ کی۔ عمران نے دوسری بار پتھرّ اُٹھایا تو سانپ بجلی کی طرح اپنی جگہ سے اُچھلا اور دوسرے لمحے وہ عمران کے اوپر تھا۔ عمران کا سارا جسم دہشت سے کانپنے لگا۔ سانپ نے عمران کی گردن کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور اپنا پھن اُس کے چہرے کے قریب لا کر آہستہ آہستہ پھنکار رہا تھا۔ عمران دِل میں کلمہ پڑھ کر اللہ کو یاد کرنے لگا۔ سمجھ گیا کہ موت کی گھڑی آن

پہنچی ہے۔ یہ سانپ اُسے چھوڑے گا نہیں۔ ابھی اُسے ڈس لے گا اور پھر وہ موت کی آغوش میں پہنچ جائے گا۔ مگر حیرانی کی بات تھی کہ سانپ نے ابھی تک عمران کو کُچھ نہیں کہا تھا۔ حال آں کہ عمران نے اس کو پتھّر مار کر کُچلنے کی کوشش بھی کی تھی۔ سانپ کی دھیمی دھیمی پھنکار سے عمران کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

اچانک سانپ نے عمران کی گردن کے گرد اپنی گرفت ڈھیلی کر دی اور پھر اس کی گردن سے اُتر کر ایک قبر کے سوراخ کی طرف رینگنے لگا۔ عمران پر ابھی تک دہشت طاری تھی۔ سانپ نے قبر کے سوراخ میں اُترنے سے پہلے عمران کی طرف پلٹ کر دیکھا اور پھر بڑے آرام سے قبر میں گھُس گیا۔ جب سانپ کی دُم بھی سوراخ میں چلی گئی تب کہیں جا کہ عمران کو ہوش آیا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ جان بچ گئی۔

عمران یہ بات ابھی تک اُس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ سانپ نے اُسے ڈسا کیوں نہیں۔ جب کہ وہ غُصّے میں ہی تھا۔ عمران یہی سمجھا کہ اللہ میاں کو اسے بچانا تھا سو بچا لیا۔ وہ اب تیز تیز قدموں کے ساتھ قبرستان سے باہر نکل گیا۔ اُس نے رات کے وقت چھپنے کے لیے ایک جگہ چُن لی تھی۔ قبرستان نکلنے کے بعد وہ اپنے کالج پہنچ گیا۔ ایک پیریڈ رہتا تھا۔ وہ پڑھا اور پھر واپس گھر آ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ کر خلائی سگنل کے ہندسوں کو ایک بار پھر کمپیوٹر پر پروجیکٹ کر کے اُن کا مطالعہ کرنے لگا۔ اتنے میں ٹیلیے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اُٹھایا۔ دوسری طرف سے شیبا کی آواز آئی۔

"کیا تم قبرستان گئے تھے؟"

"ہاں! مگر تمھیں کیسے پتا چلا؟" عمران نے پوچھا۔

شیبا نے ہنس کر کہا :

"میں نے قیافہ لگایا تھا کہ تم ضرور آسیبی قبرستان گئے ہو گے ۔ کسی بد روح سے تو ملاقات نہیں ہوئی ہے ۔"

عمران بھی ہنس دیا۔ بولا :

"بد روح تو نہیں لیکن ایک کالے سانپ سے ضرور آمنا سامنا ہو گیا تھا۔"

پھر عمران نے شیبا کو سارا واقعہ سُنایا۔ شیبا نے کہا :

"خوش قسمت ہو۔ اللہ نے تمہیں بچا لیا۔ اب رات کو اس طرف مت جانا۔"

عمران نے فکر مند سا ہو کر پوچھا :

"شیبا! کیا تمہیں یقین ہے کہ خلائی مخلوق نے اسی قبرستان کی طرف اشارہ

کیا ہے؟"

شیبا کی آواز آئی:

"مجھے سو فیصد یقین ہے عمران میرا حساب کیلکولیٹر کی طرح ہوتا ہے۔ وہ غلط نہیں ہو سکتا۔ تم قبرستان میں اپنی حفاظت کرنا۔ اور ہاں ڈیڈی کا پستول ضرور ساتھ لیتے جانا۔"

عمران بولا۔ "اس کی تم فکر نہ کرو۔ میں ایک نیک مہم پر جا رہا ہوں۔ میری حفاظت کرنے گا مُجھے اس کا یقین ہے۔ میرا مشن خلق خُدا کو ایک انسان دُشمن خلائی مخلوق کی تباہ کاریوں سے بچانا ہے۔"

شیبا نے کہا:

"اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ وہاں سے آتے ہی مُجھے فون کرنا۔ میں

جاگ رہی ہوں گی اور فون بھی میں نے اپنے سرہانے رکھنا ہو گا۔"

"او کے۔" عمران نے کہا۔ "میں قبرستان سے آتے ہی تمھیں ٹیلیے فون کروں گا۔"

شیبا نے اللہ حافظ کہ کر فون بند کر دیا۔ عمران نے ایک چھوٹے بڑے طاقت ور کیمرے کا پہلے ہی سے بندوبست کر رکھا تھا۔ یہ کیمرا ہلکی روشنی میں بغیر فلیش کے بھی تصویر کھینچ سکتا تھا۔ رات کا کھانا عمران نے اپنی امّی ابّو کے ساتھ کھایا۔ نماز پڑھنے کے بعد اُس نے اللہ سے سلامتی اور مہم میں کام یابی کی دُعا مانگی اور اپنے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ کر پڑھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے ابّو جان کا پستول ڈرائینگ روم کی ایک الماری میں پڑا ہوتا ہے۔ اس نے بارہ بجے کا الارم لگایا اور چادر اوڑھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ دو ایک گھنٹے آرام کر لینا چاہتا تھا۔ اسے نیند آ

گئی۔ ٹھیک بارہ بجے رات گھڑی کے الارم نے اسے جگا دیا۔

عمران نے جاگتے ہی الارم بند کیا۔ کلمہ شریف پڑھ کر مُنہ پر ہاتھ پھیرا اور جلدی سے بستر چھوڑ کر تیّار ہونے لگا۔ اس نے کالی پتلون اور کالی جیکٹ پہنی تا کہ رات کے اندھیرے میں وہ کسی کو آسانی سے نظر نہ آ سکے۔ کیمرے کی فلم چیک کی اور آہستہ دروازہ کھول کر سیڑھیاں اترتا نیچے ڈرائینگ روم میں آگیا۔

ڈرائینگ روم میں مدھم سا بلب جل رہا تھا۔ عمران نے الماری میں سے اپنے ابّو کا پستول نکالا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اس میں گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ پستول جیکٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور ڈرائینگ روم کی کھڑکی میں سے باہر باغیچے میں کود گیا۔ باغیچے سے نکل کر وہ سڑک پر آیا اور تیز تیز چوک کی طرف چلنے وہاں اسے ایک خالی رکشا مل گیا۔ وہ رکشے میں بیٹھا اور

ڈرائیور سے بلیو کراسنگ کی طرف چلنے کو کہا۔ آسیبی قبرستان بلیو کراسنگ سے ڈیڑھ ایک فرلانگ کے فاصلے پر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر رکشا والے کے سامنے آسیبی قبرستان کا نام لیا گیا تو وہ بھاگ جائے گا۔

عمران بلیو کراسنگ والے چوک میں اُتر گیا۔ چوک کی ٹریفک لائٹ روشن تھی۔ مگر سڑک خالی پڑی تھی۔ کُچھ فاصلے پر مشرق کی طرف اُونچی عمارتوں میں کہیں کہیں روشنی ہو رہی تھی۔ عمران چوک پار کرنے کے بعد اُس سُنسان کچّی سڑک پر آگیا جو آسیبی قبرستان والی بنجر، ویران پہاڑیوں کو جاتی تھی۔ سڑک پر سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ عمران آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ دُور سے ویران پہاڑیوں کے خاکے اُبھرنے لگے تھے۔ پھر وہ ان جلی ہوئی پہاڑیوں میں داخل ہو گیا اور آسیبی قبرستان کے پیچھے کی طرف آ گیا۔ یہاں گہری خاموشی چھائی تھی۔ آسمان پر ستارے نکلے ہوئے تھے مگر اُن کی

چمک بھی زیادہ نہیں تھی۔ ایک پھیکی سی سلیٹی رنگ کی دُھند قبرستان پر منڈلا رہی تھی۔ اُس دھند نے آسیبی قبرستان کو اور زیادہ دہشت ناک بنا دیا تھا۔ عمران قبرستان کی شکستہ دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

اسے کالے سانپ کی طرف سے برابر خطرہ لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ اچانک میں سے نکل کر اُس پر حملہ نہ کر دے۔ لیکن اِس خیال سے اسے تھوڑا اطمینان بھی تھا کہ سانپ نے پہلے اسے نہیں ڈسا تو اب بھی اُسے نہیں ڈسے گا۔ عمران نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ گھڑی کی چمکتی ہوئی سوئیوں نے بتایا کہ رات کا پونا ایک بج رہا ہے۔ خلائی سگنل میں تابوت کے اُترنے کا وقت رات کے ایک بجے کا بتایا گیا تھا۔

عمران نے دائیں بائیں دیکھا۔ اُسے وہاں کوئی ایسی خلائی مخلوق نہیں آ رہی تھی جو خلا سے اُترنے والے تابوت کو وصول کرنے کے لیے وہاں موجود

ہو۔ وہ ایک عجیب سی اُلجھن میں تھا۔ کہیں خلائی سگنل کسی دوسرے سیّارے میں تو نہیں بھیجے گئے تھے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ کسی وجہ سے ہماری زمین کی فضا میں داخل ہو گئے ہوں۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے تاریک پہاڑیوں کی طرف ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سُنائی دی۔ وہ جلدی سے اُٹھا اور قبرستان کے اندر دیوار کی دوسری طرف چلا گیا اور دیوار کی اوٹ میں سے پہاڑیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

پہاڑیوں میں اندھیرا چھا رہا تھا۔ اندھیرے میں اسے کُچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران نے کیمرا ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ بھرا ہوا پستول اس کی جیب میں تھا۔ وہ ایک سیکنڈ میں موقع آنے پر اُسے نکال سکتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ گڑگڑاہٹ کی آواز کیسی تھی۔ ہو سکتا ہے پہاڑیوں کی دوسری طرف سے

کوئی ٹرک گزرا ہو۔ مگر اسے اچھّی معلوم تھا کہ ان پہاڑیوں کے پیچھے کوئی سڑک نہیں جاتی۔ اچانک آسمان پر ایسی روشنی ہوئی جیسے کوئی بلب ایک بار جل کر بُجھ گیا ہو۔ عمران کی نظریں تارے بھرے آسمان پر لگی تھیں۔ اُس نے سوچا ضرور یہ کسی ٹوٹے ہوئے تارے کی روشنی تھی جو بھڑک کر بُجھ گئی۔

وہ ایک ستارے کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ پہلے اسے اپنا وہم لگا۔ لیکن یہ ستارہ آہستہ آہستہ زمین کی طرف آ رہا تھا اور جوں جوں قریب آ رہا تھا اُس کی روشنی بڑھتی جا رہی تھی۔ عمران کو خلائی اُڑن تشتری کا خیال آ گیا۔ ضرور یہ اُڑن تشتری ہے جس میں خلائی تابوت اُتارا جا رہا ہے۔ عمران نے جلدی سے کیمرا اُٹھایا اور اپنی آنکھ کے ساتھ لگایا ہی تھا کہ اُڑن تشتری کی روشنی بُجھ گئی۔ عمران نے کیمرا نظروں کے سامنے سے ہٹا لیا۔ وہ گھور

گھور کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے کوئی سیاہ رنگ کی گول چپٹی شے نیچے آتی صاف نظر آرہی تھی۔ اس کے نیچے صرف ایک ننّھی سی سُرخ روشنی بار بار جل بجھ رہی تھی۔

عمران نے فوراً اس کی دو تین تصویریں بنا لیں۔ اب وہ گول شے کافی نیچے آ گئی تھی۔ اس میں سے سر سراہٹ کی ہلکی ہلکی آواز نکل رہی تھی۔ یہ کافی بڑی اُڑن تشتری تھی جو پہاڑیوں کے درمیان آ کر زمین سے کوئی پچاس فیٹ کی بُلندی پر فضا میں ٹھیر گئی تھی۔ عمران نے جلدی جلدی اُس کی چھے سات تصویریں کھینچ لیں اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ دیوار کی اوٹ سے اسی طرف دیکھنے لگا۔ اُڑن تشتری کے نیچے سے روشنی نکل کر زمین پر پڑی اسے اس روشنی میں دو انسانی ہیولے نظر آئے جن کا لباس روشنی میں چمکنے لگا تھا۔ اچانک اُڑن تشتری میں سے کوئی شے نیچے لٹکائی

گئی۔ یہ شے المونیم کے تابوت کی شکل کی تھی۔ یہ خلائی تابوت ہی ہو سکتا تھا۔ خلائی تابوت آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔ عمران نے اس کی بھی اوپر تلے دو تصویریں اُتار لیں۔ اب اس نے کیمرا جیب میں ڈال کر پستول نکال لیا۔ ابھی تک اسے کسی نے نہیں دیکھا تھا، مگر وہاں کسی بھی وقت کُچھ ہو سکتا تھا۔

اُڑن تشتری کے نیچے روشنی کے گول دائرے میں جو دو خلائی اجنبی کھڑے تھے اُنھوں نے خلائی تابوت اٹھایا اور اسے لے کر ٹیلے کی طرف بڑھے۔ ان کے جاتے ہی روشنی کا دائرہ بُجھ گیا۔ اُڑن تشتری میں سے گونج کی ہلکی سی آواز نکلی اور وہ بُلند ہونے لگی۔ عمران نے کُچھ اور تصویریں بنا لیں۔ وہ غور سے اُڑن تشتری کو دیکھ رہا تھا جو بہت بڑے تاریک دھبّے کی طرح لگ رہی تھی اور آہستہ آہستہ فضا میں بُلند ہو رہی تھی۔ جوں ہی وہ ایک

خاص بُلندی تک پہنچی اس نے ایک غوطہ لگایا اور دیکھتے دیکھتے تاروں بھرے آسمان میں غائب ہو گئی۔

چاروں طرف پھر وہی موت کا سا سنّاٹا چھا گیا۔ عمران پستول ہاتھ میں لیے ٹیلے کی طرف بڑھا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ دونوں خلائی آدمی تابوت لے کر کہاں گئے ہیں۔ ظاہر ہے اُسی ٹیلے میں کہیں اُن کی خُفیہ کمیں گاہ تھی۔ وہ پھُونک پھُونک کر قدم اُٹھاتا اندھیرے میں ٹیلے کے قریب آ کر خشک جھاڑی کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں سامنے والے ٹیلے پر جمی ہوئی تھیں۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں خلائی مخلوق تابوت لے کر گئے تھے۔ مگر وہاں سوائے اندھیرے کے کُچھ بھی نہیں تھا۔ عمران کو یقین تھا کہ اسی جگہ خُفیہ کمیں گاہ کا کوئی دروازہ ہے جس کی گڑگڑاہٹ کی آواز کُچھ دیر پہلے اسے سُنائی دی تھی۔ وہ جھاڑی سے نکل کر ٹیلے کی ڈھال پر اُگی جھاڑیوں

کے پاس آکر بیٹھ گیا اور آنکھیں پھاڑے زمین کو دیکھنے لگا۔ مگر اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ اسے کُچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کل دِن کی روشنی میں وہاں آئے گا۔ تب اُسے خلائی کمیں گاہ کے دروازے کا سُراغ ضرور مل جائے گا۔ وہ آہستہ سے اُٹھا۔ واپس مُڑا اور جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتا قبرستان کی دیوار کے ساتھ ساتھ لگا۔ ابھی تک اُسے کالا سانپ کہیں دِکھائی نہیں دیا تھا۔ قبرستان دہشت ناک خاموشی کی لپیٹ میں تھا۔ عمران کچّے راستے سے ہو کر سڑک پر آگیا۔

رات کے دو بج رہے تھے کہ وہ کوٹھی کی عقبی دیوار پھلانگ کر برآمدے میں آیا۔ دبے پاؤں چلتا ڈرائینگ روم کی کھڑکی میں سے ہو کر اندر گیا اور ابّو کا پستول اسی طرح الماری میں رکھ دیا۔ پھر وہ دوسری منزل والے اپنے کمرے میں آیا۔ کیمرے میں سے فلم نکالی۔ اسے سنبھال کر الماری میں

رکھا اور کپڑے بدل کر بتی بجھائی اور لیٹ گیا۔ اچانک اسے یاد آ گیا کہ شیبا نے کہا تھا آسیبی قبرستان سے واپسی پر مجھے فون ضرور کرنا۔ اس نے ٹیبل لیمپ دوبارہ روشن کیا اور شیبا کا نمبر لگایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ پھر شیبا کی نیند میں ڈوبی ہوئی مگر پُرجوش آواز آئی۔

"عمران یہ تم ہو؟ کیا ہوا ہے؟"

عمران نے کہا:

"اُڑن تشتری اُتری تھی۔ خلائی تابوت اس میں سے اُتارا گیا۔ میں نے ساری تصویریں بنالی ہیں۔ کل کالج آکر ساری باتیں بتا دوں گا۔ تصویریں بھی ساتھ لیتا آؤں گا۔ اللہ حافظ! شب بخیر!"

ٹیلیفون بند کر کے عمران سو گیا۔

دوسرے دِن وہ دیر تک سویا رہا۔ اس کی امّی نے آکر اسے جگایا۔

"کیا بات ہے عمران! آج کالج نہیں جاؤ گے؟"

عمران جلدی سے آنکھیں ملتا اور کلمہ شریف پڑھتا اُٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنی امّی کو سلام کیا اور بولا:

"رات پڑھتا رہا تھا امّی جان! آپ ناشتا لگائیں میں تیّار ہو کر ابھی آتا ہوں۔"

امّی کے جانے کے بعد عمران نے الماری میں سے کیمرا نکالا۔ اس میں سے فلم نکالی اور اپنے کمرے کی چھوٹی سی لیبارٹری گیا۔ یہاں اُس نے فلم نکال کر ڈیویلپ کرنی شروع کر دی۔ جب اس نے کیمیکلز کے ٹرے میں سے فلم باہر نکالی تو وہ یہ دیکھ کر پریشان ہو گیا کہ ساری کی ساری فلم صاف تھی۔ کوئی بھی تصویر نہیں بنی تھی۔ عمران نے باربار نیگیٹو کو دھویا

اور کیمیکلز میں ڈالا مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ فلم بالکل کالی اور صاف تھی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اُس نے سوچا۔ وہ جلدی جلدی تیّار ہو کر کالج پہنچ گیا۔ شیبا بڑی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ کلاس روم کے برآمدے میں اِدھر سے اُدھر ٹہل رہی تھی۔ عمران کلاس روم آیا تو وہ جلدی سے آگے بڑھی۔

"کیا سچ مچ تُم نے اُڑن تشتری دیکھی تھی؟ تصویریں لائے ہو؟"

عمران اُسے اپنے ساتھ کیفے ٹیریا میں لے گیا اور وہاں بیٹھ کر اسے سارا واقعہ سنایا اور پھر جیب سے کالی فلم کا رول نکال کر دیکھا اور کہا :

"ایک بھی تصویر نہیں آئی۔"

شیبا بڑے غور سے عمران کی باتیں سُن رہی کہنے لگی :

”اس کی وجہ وہ تاب کاری ہی ہو سکتی ہے جو اڑن تشتری اور خلائی مخلوق اور خلائی تابوت سے نکل رہی تھی۔“

عمران نے کہا :

”میں دِن کے وقت وہاں جا رہا ہوں۔ مجُھے یقین ہے خُفیہ خلائی کمیں گاہ کا کوئی نہ کوئی سُراغ ضرور مل جائے گا۔“

شیبا نے کسی قدر تشویش کے ساتھ کہا :

”میں تمہیں وہاں جانے کا مشورہ نہیں دوں گی۔“

عمران نے تڑپ کر کہا : ”تو کیا تم یہ چاہتی ہو کہ خلائی مخلوق اِس دُنیا پر تباہی مچا دے ؟ وہ یہاں کے امن پسند لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے ؟ نہیں نہیں شیبا ! میں اِن لوگوں کو اپنے ناپاک عزائم میں کبھی کام یاب نہیں

ہونے دوں گا۔ میں اپنے ملک کے لوگوں کو آنے والی خلائی تباہی سے ضرور بچاؤں گا۔ خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

شیبا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتی تھی کہ عمران اب ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹائے گا اور ایسا ہی ہوا۔ کالج سے فارغ ہوتے ہی عمران سیدھا آسیبی قبرستان پہنچ گیا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اور چاروں طرف دِن کی روشنی پھیلی تھی۔ قبرستان ویران ویران تھا۔ عمران ٹیلوں کے درمیان اس مقام پر آگیا جہاں رات کو اُس نے اُڑن تشتری میں سے خلائی تابوت کو اُترتے دیکھا تھا۔ یہاں زمین پر خشک گھاس اُگی ہوئی تھی جس کی وجہ سے کسی جگہ بھی کسی کے پاؤں کے نشان نہیں پڑے تھے۔

عمران ٹیلے کے پاس آیا اور جھُک کر پتھرّوں کو غور سے تکنے لگا۔ وہ ٹیلے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ اچانک اسے ایک جگہ شگاف نظر آیا۔

شگاف کے اندر پتھرّ کا زینہ نیچے جا رہا تھا۔ عمران کو یقین ہو گیا کہ اُس نے خلائی کمیں گاہ کا سُراغ لگا لیا ہے۔ جوں ہی وہ زینے کی طرف بڑھا ایک پھنکار کے ساتھ کالا سانپ اس کے سامنے آگیا۔ عمران جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ یہ وہی کالا سانپ تھا جو اس سے پہلے بھی اسے آسیبی قبرستان میں مل چکا تھا۔ کالا سانپ جیسے عمران کا راستہ روکے کھڑا تھا اور اسے نیچے جانے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران نے ایک پتھرّ اٹھا کر سانپ پر دے مارا۔ پتھرّ کالے سانپ کی اوپر اُٹھی ہوئی گردن پر لگا اور وہ جھُک کر ایک طرف ہو گیا۔ عمران تیزی سے شگاف کے اندر اُتر گیا۔

پتھرّ کے دو چار زینے اُترتے ہی عمران کو جیسے ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ گِر پڑا۔ اوپر پتھرّوں میں سے نیلے رنگ کی روشنی کی ایک لکیر نکل کر عمران کے جسم پر پڑی اور اس کا سارا جسم ایسے سُن ہو گیا جیسے وہ پتھرّ کا ہو گیا ہو۔ اس

نے پورا زور لگا کر اُٹھنے کی کوشش کی مگر وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور جسم کو ذرا سا بھی نہ ہلا سکا۔ اس کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔ وہ بے جان پتھرّ کی طرح زینے میں پڑا تھا کہ اچانک گڑگڑاہٹ کی آواز بُلند ہوئی اور کھٹاک سے اس کے پیچھے جیسے لوہے کی ایک دیوار گِر گئی اور شگاف کا مُنہ بند ہو۔

عمران دیکھ سکتا تھا، سُن سکتا تھا مگر اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ آنکھیں گھما گھُما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

ہلکی نیلی روشنی میں اسے اپنے سامنے ایک چھوٹا سا غار نظر آ رہا تھا جس کی چھت سے لکڑی کے جالے لٹک رہے تھے۔ اتنے میں اسے انسانی قدموں کی آواز سُنائی دی۔ قدموں کی بھاری اور سُست چاپ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ پھر وہی دو خلائی آدمی نمودار ہوئے جن کو عمران نے رات کے وقت اُڑن تشتری کے نیچے کھڑے دیکھا تھا اور جنھوں نے

خلائی تابوت اُٹھایا تھا۔ یہ دونوں ہماری دُنیا کے انسانوں کی طرح کے تھے۔ صرف اُن کا لباس ابرق کی طرح کا خلائی تھا۔ اُن کی شکلیں بھی انسانوں جیسی تھیں مگر چہرے ساکت تھے اور آنکھیں جیسے پتھرائی ہوئی تھیں۔ ان کے گہرے گہرے سانس لینے کی آواز عمران کو صاف سُنائی دے رہی تھی۔ دونوں خلائی آدمی عمران کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ پھر ان میں سے ایک نے عمران کے بے جان جسم کو اُٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور غار میں ایک طرف چلنے لگا۔ دوسرا خلائی آدمی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

قبر کا زینہ

غار زمین کے اندر اُتر رہا تھا۔

عمران کی آنکھیں کھُلی تھیں۔ جسم بے جس تھا مگر وہ خلائی آدمیوں کے قدموں کی بھاری چاپ سُن رہا تھا۔ غار میں اندھیرا تھا۔ فضا میں کسی عجیب قسم کی دوائی کی بُو رچی ہوئی تھی۔ عمران خلائی آدمی کے کندھے سے لٹکا ہوا تھا۔ اس کے دونوں بازو غار کے فرش کو چھُو رہے تھے۔ غار ایک طرف

مُڑ گیا۔ آگے لوہے کا ایک بند دروازہ تھا۔ دونوں خلائی آدمی وہاں جا کر رُک گئے۔ ایک نے دروازے کو اپنی انگلی چھُوا۔ دروازے کا آہنی پٹ ایک طرف کو کھسک گیا۔ یہ ایک تنگ و تاریک کوٹھری تھی۔ دیوار کے ساتھ ایک اسٹریچر لگا تھا۔ اُنہوں نے عمران کو اسٹریچر پر ڈالا اور بھاری قدم اُٹھاتے کسی مشینی آدمی کی طرح کوٹھڑی سے نکل گئے۔ اُن کے جاتے ہی دروازے کا آہنی پٹ بند ہو گیا۔

عمران اسٹریچر پر بے حس و حرکت ایک مُردے کی طرح پڑا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اُس کی آنکھیں پوری طرح کھُلی تھیں اور وہ اندھیری چھت کو تک رہا تھا۔ اُس ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ خلائی مخلوق نے شگاف کھول کر اس کے لیے پھندا تیّار کیا تھا اور وہ اس میں پھنس گیا۔ خلائی مخلوق کو اُس کے وہاں آنے کا پتا

چل گیا تھا۔ عمران کالے سانپ پر بڑا حیران تھا کہ عین موقع پر اُس نے اُسے شگاف میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ ایک بات ثابت ہوگئی تھی کہ کالا سانپ اُس کا ہم درد تھا۔ عمران مُصیبت میں ضرور پھنس گیا تھا، مگر وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ اپنی کوشش اور اللہ کی مدد سے بہت جلد خلائی مخلوق کی قید سے فرار ہو جائے گا۔ اُسے اپنی امّی ابّو اور شیبا کا خیال آنے لگا۔ جب وہ گھر نہ پہنچا تو یہ لوگ کس قدر پریشان نہیں ہوں گے۔

عمران نے آنکھیں بند کرلیں۔ ایک آواز اُسے برابر سُنائی دے رہی تھی۔ یہ کسی جگہ پانی گِرنے کی آواز تھی۔ آواز مدھم تھی اور مسلسل آ رہی تھی۔ لگتا تھا زمین کے نیچے کسی جگہ پہاڑی شگاف میں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ عمران اللہ سے اپنے وطن کے لوگوں اور اپنی سلامتی کی دُعا مانگنے لگا۔

ساتھ ہی ساتھ اس کا دماغ وہاں سے فرار کے منصوبوں پر بھی غور کر رہا تھا۔ اگرچہ فرار کا کوئی راستہ اُسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سب سے بڑی مُصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے باوجود اس نے ہمّت نہیں ہاری تھی اور ہوش و حواس کو قائم رکھا تھا۔

شیبا کو معلوم تھا کہ عمران آسیبی قبرستان جائے گا۔ وہ اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ کالج سے فارغ ہو کر وہ اپنے مکان پر آ کر گھر کے کام کاج میں لگ گئی۔ دِل میں بار بار خیال آنا کہ عمران کا ٹیلیے فون کیوں نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی تک آسیبی قبرستان میں ہی ہو۔ جب شام ہو گئی اور عمران کا کوئی ٹیلیے فون نہ آیا تو شیبا گھر سے نکلی اور سیدھی عمران کی کوٹھی پہنچ گئی۔ وہاں عمران کی امّی اور ابّو کسی قدر پریشان تھے۔ کیوں کہ عمران ابھی تک کالج سے واپس نہیں آیا تھا۔ شیبا نے اُنہیں یہ بالکل نہ

بتایا کہ عمران کہاں گیا ہوا ہے۔ بلکہ کہنے لگی کہ میں اِدھر سے گُزر رہی تھی سوچا آپ سے ملتی چلوں۔ گھر میں عمران کو نہ پا کر شیبا بھی کُچھ گھبرا سی گئی۔ مگر اُس نے اپنی گھبراہٹ کو چھپائے رکھا اور عمران کے امّی ابّو کو حوصلہ دینے لگی کہ وہ کسی دوست کے ہاں بیٹھا ہو گا ابھی آ جائے گا۔ عمران کی امّی نے کہا :

"جب کبھی اُسے دیر ہو جائے تو وہ گھر فون ضرور کر دیا کرتا ہے۔ ابھی تک اُس کا فون بھی نہیں آیا۔"

بات واقعی پریشانی کی تھی۔ شیبا نے اُنہیں تسلّی دیتے ہوئے کہا :

"آنٹی آپ پریشان نہ ہوں۔ میں کالج جا کر پتا کرتی ہوں کہ ہو سکتا ہے وہ کالج میں دوستوں کے ساتھ گپیں لڑا رہا ہو۔"

یہ کہہ کر شیبا اپنی چھوٹی سی گاڑی میں بیٹھ کر گھر واپس آ گئی۔ اپنے کمرے میں آ کر اُس نے عمران کے سب دوستوں کے گھر فون کیا۔ عمران کسی جگہ بھی نہیں تھا۔ شام کے سائے رات کی تاریکی میں ڈھلنے لگے تھے۔ شیبا کی پریشانی بڑھنے لگی۔ ضرور عمران کے ساتھ کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ مُجھے اس کی مدد کو جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر شیبا نے اپنی ممّی سے کہا کہ میں اپنی ایک سہیلی کی سال گرہ پارٹی میں جا رہی ہوں۔ جلدی واپس آ جاؤں گی۔

شیبا گاڑی میں بیٹھی اور تیز رفتاری سے آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گئی۔ شہر کی سڑکوں اور عمارتوں میں بتّیاں روشن ہو گئی تھیں۔ شیبا کی گاڑی شہر سے باہر آ گئی تھی۔ وہ سڑک چھوڑ کر قبرستان کے ٹیلوں کو جانے والے کچے راستے پر اُتر گئی۔ یہاں رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ گہرا

ہوتا جا رہا تھا۔ شیبا نے اپنی گاڑی کی بتّیاں روشن نہیں کی تھیں۔ گاڑی کی رفتار بھی کم کر دی تھی۔ آسیبی قبرستان کے سیاہ ٹیلے سامنے نظر آنے لگے تھے۔ شیبا نے قبرستان کی ویران ڈیوڑھی کے باہر دیوار کے ساتھ گاڑی کھڑی کی۔ باہر نکل کر قبرستان کی طرف نگاہ دوڑائی۔ آسیبی قبرستان کے ٹُنڈ مُنڈ درخت اور شکستہ پرانی قبریں شروع رات کے اندھیرے میں ڈوب رہی تھیں۔

شیبا کو اتنا معلوم تھا کہ خلائی سگنل میں قبرستان کے پیچھے کسی جگہ کا ذکر تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتی قبرستان کے پچھلے حصّے کی جانب آگئی۔ یہاں سے خُشک سوکھی جھاڑیوں سے بھرا ہوا کچّا راستہ دو ٹیلوں کے درمیان میں سے ہو کر گُزر گیا تھا۔ فضا میں ایسی گہری خاموشی تھی کہ شیبا کو اپنے دِل کے دھڑکنے کی آواز صاف سُنائی دے رہی تھی۔ وہ جھاڑیوں میں چل کر

کُچھ دُور تک گئی مگر اُسے عمران کا کہیں کوئی سُراغ نہ ملا۔ پھر وہ قبرستان میں آ کر پرانی قبروں میں گھومنے لگی۔ اُس نے ایک دو بار عمران کو آہستہ سے آواز بھی دی مگر عمران وہاں ہوتا تو جواب بھی دیتا۔ وہ ایک چبوترے والی قبر کے قریب سے گُزری تو اسے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی۔ شیبا کے قدم وہیں رُک گئے۔ آواز بند ہو گئی تھی۔ وہ چبوترے کی دوسری طرف آہستہ آہستہ چل کر آئی۔ یہاں قبر کے پتھرّ بِکھرے پڑے تھے۔ قبر کے پہلو میں اُسے ایک گڑھا دکھائی دیا۔ وہ چبوترے پر چڑھ کر قبر کے گڑھے کو جھُک کر دیکھنے لگی۔ وہ یہ دیکھ کر بڑی حیران ہوئی کہ گڑھے میں پتھرّ کی چھوٹی سیڑھیاں نیچے اُتر رہی تھیں۔ شیبا نے عمران کو ایک بار پھر آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔

شیبا ہر حالت میں عمران کو ڈھونڈ نکالنا چاہتی تھی۔ یہ سوچ کر کہ شاید

عمران گڑھے کے نیچے کہیں بے ہوش پڑا ہو۔ وہ قبر کا زینہ اُتر گئی۔ جوں ہی وہ آخری سیڑھی پر آئی اُسے ایک جھٹکا لگا اور وہ نیچے گِر پڑی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے جسم سے جان نکل گئی ہو۔ زینے کے اوپر قبر کی چھت میں سے نیلے رنگ کی روشنی کی لکیر اُس کے جسم پر گِری اور شیبا کا جسم پتھرّ کی طرح بت حِس ہو گیا۔ اُس نے اُٹھ کر بھاگنا چاہا مگر وہ اپنا جسم تو کیا اپنی انگلی بھی نہ ہلا سکی۔ اُس نے چیخ مار کر کسی کو مدد کے بُلانے کی کوشش کی مگر آواز اس کے حلق سے باہر نہ نکل سکی۔ وہ آواز نکال ہی نہ سکی۔

شیبا کا ذہن اسی طرح برابر کام کر رہا تھا۔ آنکھیں بھی زندہ تھیں۔ وہ سُن رہی تھی۔ دیکھ رہی تھی مگر جسم سارے کا سارا پتھرّ بن گیا تھا۔ ابھی تک اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کُچھ کیا ہو گیا ہے اور نیلی روشنی قبر کی

چھت میں کہاں سے نکلی تھی۔

اچانک اُسے قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ اُس نے اندھیرے میں پڑے پڑے اپنی آنکھیں گھما کر سامنے کی طرف دیکھا۔ قبر کے نیچے ایک تنگ و تاریک راستہ تھا۔ اُدھر سے دو انسانی ہیولے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے شیبا کی طرف بڑھ رہے تھے۔ یہ دونوں وہی خلائی آدمی تھے جنھوں نے اِس سے پہلے عمران کو بے جس کر کے غار کی کوٹھڑی میں قید کیا تھا۔ شیبا نے اِن دو پُر اسرار انسانوں کو دیکھا تو خوش ہوئی کہ شاید وہ کوئی گورکن ہیں اور اُس کی مدد کرنے آئے ہیں۔ مگر دونوں خلائی آدمی شیبا کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ایک خلائی آدمی نے شیبا کو بورے کی طرح اُٹھا کر اپنے کاندھے پر ڈالا اور قبر کے والے تنگ و تاریک غار میں آگے آگے چلنے لگا۔ دوسرا خلائی آدمی اس

کے پیچھے پیچھے تھا۔ اب شیبا سمجھ گئی کہ یہ دونوں خلائی مخلوق ہیں اور اُسے قید کر کے لیے جا رہے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ عمران کو بھی اُسی خلائی مخلوق نے ہی قید کیا ہو۔ شیبا کے دِل میں یہی خیال آ رہا تھا۔ قبر کے نیچے غار میں چلتے ہی کھٹاک کی آواز کے ساتھ وہ شگاف آہنی دروازے نے بند کر دیا جس کی سیڑھیاں اُترنے کے بعد شیبا مُصیبت میں پھنس گئی تھی۔

غار قبروں کے نیچے سے ہوتا ہوا اُسی ٹیلے کے تہہ خانے میں گیا تھا جس کی ایک کوٹھڑی میں عمران بند تھا۔ خلائی آدمیوں نے شیبا کو بھی ایک الگ کوٹھری میں لے جا کر اسٹریچر پر ڈالا اور آہنی دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ شیبا بے جس و حرکت اسٹریچر پر پڑی اندھیری کوٹھڑی میں چھت کو گھور رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اب شاید وہ کبھی اِس عذاب سے نجات حاصل نہ کر سکے گی۔

شیبا جب رات کو واپس گھر نہ پہنچی تو اُس کے ڈیڈی ممّی پر تو جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ شیبا کو جگہ جگہ تلاش کیا گیا۔ پولیس میں رپورٹ درج کرا دی گئی۔ دوسری طرف عمران کے امّی ابّو بھی سخت پریشان تھے کہ عمران کہاں غائب ہو گیا۔ اُنھوں نے بھی تھانے میں رپورٹ درج کرا دی۔ پولیس نے اِن دونوں کی تلاش شروع کر دی۔ مگر پولیس کے یہ وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ عمران اور شیبا کو خلائی مخلوق نے آسیبی قبرستان کے نیچے اپنی خُفیہ کمیں گاہ میں قید میں ڈال رکھا ہے۔

شیبا اور عمران کو گم ہوئے دو دِن گزر گئے۔ تیسرے دِن رات کو بارہ بجے کے بعد آسمان سے پھر وہی خلائی اڑن تشتری آسیبی قبرستان کے ٹیلوں میں خاموشی سے اُتری۔ اس میں سے ایک خلائی آدمی جس نے نیلا خلائی سوٹ پہن رکھا تھا، نکلا۔ دونوں خلائی آدمی وہاں اُس کے اِستقبال کو

پہلے سے موجود تھے۔ اِس نیلے سوٹ والے خلائی آدمی کا نام طوطم تھا۔ طوطم خلائی مخلوق کا چیف سائنس دان تھا اور قاتل مشن کے سِلسلے میں زمین پر اپنی خُفیہ کمیں گاہ میں آیا تھا۔ ٹیلے کے شگاف کا آہنی دروازہ اپنے آپ کھُل گیا۔ طوطم اپنے خلائی ساتھیوں کے ہمراہ غار میں داخل ہو گیا۔ آہنی دروازہ بند ہو گیا۔

اِس زمین دوز غار کے ایک تہہ خانے میں اُس خلائی مخلوق نے ایک مختصر سی لیبارٹری قائم کر رکھی تھی۔ اُس لیبارٹری میں وہ خلائی تابوت ایک میز پر رکھا تھا جو دو روز پہلے خلائی جہاز سے اُتار کر وہاں لایا گیا تھا۔ طوطم چیف نے لیبارٹری میں داخل ہوتے ہی خلائی تابوت پر نگاہ ڈالی اور پوچھا:

"دُنیا کے ٹائم کے حساب سے ابھی تابوت کھولنے میں کتنے گھنٹے باقی ہیں؟"

خلائی آدمی نے فوراً کہا :

"دُنیا کے ٹائم کے حساب سے اُسے کل رات ایک بجے کھولا جائے گا چیف !"

"ہوں ٹھیک ہے ۔" یہ کہہ کر طوطم چیف کونے میں دیوار کے ساتھ لگے شیشے کے قدِآدم سائز کے سلنڈر کے پاس آگیا ۔ پھر پلٹ کر بولا :

"ہمارے دونوں قیدی کہاں رکھے ہوئے ہیں ؟"

دوسرے خلائی آدمی نے کہا :

"چیف ! دونوں کو غار میں الگ الگ جگہ بند کر دیا گیا ہے ۔" طوطم چیف نے بھاری آواز میں کہا :

"خبردار وہ یہاں سے فرار نہ ہونے پائیں ۔ اگر فرار ہو گئے تو ہمارے خلائی

مشن کا راز کھُل جائے گا۔ کیوں کہ یہ دونوں اس جگہ سے واقف ہو چکے ہیں۔"

خلائی آدمی بولا :

"چیف! ہم نے اِن کے جسم سُن کر دیے ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے ذرا سی بھی حرکت نہیں کر سکتے۔"

طوطم نے بے چینی سے ٹہلتے ہوئے کہا :

"گریٹ کنگ کو تعجّب ہوا ہے کہ اِس لڑکے عمران کو ہماری خُفیہ لیبارٹری کا کیسے پتا چل گیا۔ اگر اُسے ہمارے قاتل مشن کا علم نہ ہوتا تو وہ ہمارا سُراغ لگانے کبھی یہاں تک نہ پہنچتا۔"

دوسرا خلائی آدمی کہنے لگا :

"چیف! ہو سکتا ہے اِس لڑکی شیبا اور عمران میں سے کسی نے ہمارے خلائی سگنل کو پکڑلیا ہو۔ کیوں کہ اِن کی اسکیننگ رپورٹ سے ہمیں پتا چلا ہے کہ یہ دونوں اِس دُنیا کی اعلیٰ کمپیوٹر ٹیکنیک کے ماہر ہیں۔"

"ہوں۔" طوطم ٹہلتے ہوئے بولا۔ "ایسا ہو سکتا ہے۔ مگر اچھّا ہوا کہ دونوں اپنے آپ ہمارے پھندے میں پھنس گئے۔"

پہلا خلائی آدمی کہنے لگا:

"چیف! ہم نے اُنہیں کس لیے زندہ رکھا ہوا ہے اُنہیں اِسی وقت ختم کر دینا چاہیے تاکہ ہمارے راز کے فاش ہونے کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔"

طوطم چیف نے پلٹ کر خلائی آدمی کی طرف دیکھا اور بولا:

"تُم احمق ہو۔ جو ہمیں معلوم ہے تمہیں معلوم نہیں ہے۔ ہم ان دونوں

سے اپنے مشن کے لیے کام لینے والے ہیں۔ اس دُنیا کے انسانوں کو ختم کرنے کے لیے اِسی دُنیا سے ہمیں اِن دونوں سے بہتر کوئی لڑکا لڑکی نہیں مل سکتے۔ میں اِسی کام کے لیے اپنے سیّارے اوٹان سے زمین پر بھیجا گیا ہوں۔ ہم ان دونوں کے جسموں میں سیکرٹ کیپسول لگا دیں گے۔ اِس سیکرٹ کیپسول کی خلائی لہریں اِن دونوں کے دماغوں کو اپنے کنٹرول میں کرلیں گی اور پھر یہ ہمارے سیّارے کے ریڈیائی سگنل کے مطابق کام کریں گے۔ ہم اِن دونوں کو اِن کے گھروں کو واپس بھیج دیں گے اور جو ہم چاہیں گے یہ وہی کریں گے۔ اِن کا اپنا کوئی ارادہ نہیں ہو گا۔ اپنی کوئی مرضی نہیں ہوگی۔ یہ وہی کریں گے جو ہم اُنہیں سگنل کے ذریعہ سے کہیں گے۔"

خلائی آدمی خاموشی سے اپنے چیف سائنس دان طوطم کی گفت گو سُن

رہے تھے۔ طوطم نے اپنی خلائی گھڑی دیکھی اور بولا :

"ٹھیک تین گھنٹے بعد ہم اِس لڑکے عمران اور لڑکی شیبا کے جسم میں سیکرٹ کیپسول پلانٹ کر دیں گے۔ تُم لوگ تیاری شروع کر دو۔" طوطم چیف المونیم کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ دونوں خلائی آدمی تیزی سے کام میں لگ گئے۔ اُنھوں نے دو اسٹریچر ایک چھوٹی سی خلائی مشین کے نیچے لا کر رکھ دیے اور مشین کو کھول کر اُس کے چھوٹے سے کمپیوٹر کو سیٹ کرنا شروع کر دیا۔

طوطم چیف نے اپنے خلائی سوٹ کے اوپر سفید کوٹ پہن لیا تھا۔ کمپیوٹر سیٹ کرنے کے بعد خلائی آدمیوں نے الماری میں سے آپریشن کرنے کے کُچھ چمکیلے اوزار نکالے اور اسٹریچر کے سرہانے چھوٹی میز پر رکھ دیے۔ طوطم چیف نے کہا :

"اِس الماری میں سے سیکرٹ کیپسول مت نکالنا۔ وہ میں آپریشن سے پہلے خود نکالوں گا۔"

طوطم چیف بار بار اپنی کلائی پر بندھی ہوئی خلائی گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ وقت گزرتا چلا جا رہا تھا۔ اِس زمین دوز کمیں گاہ کے باہر رات ڈھلنے لگی تھی اور پَو پھٹنے ہی والی تھی۔ شیبا اور عمران غار کے الگ الگ تہ خانوں میں اپنے اپنے اسٹریچروں پر بے حس و حرکت پڑے سوچ رہے تھے کہ وہ کب تک وہاں رکھے جائیں گے۔ اُنہیں وقت کا بالکل احساس نہیں رہا تھا۔ اُنہیں پتا ہی نہیں چلا تھا کہ وہاں پڑے پڑے کتنا وقت گُزر گیا ہے۔ نہ اُنہیں پیاس لگی تھی نہ بھوک ہی محسوس ہوئی تھی۔ عمران کو بالکل علم نہیں تھا کہ اِسی غار میں تھوڑے فاصلے پر شیبا بھی ایسی ہی نیم مُردہ حالت میں ایک اسٹریچر پر پڑی ہے۔ خفیہ لیبارٹری میں آپریشن کے لیے ہر شے تیّار

تھی۔

طوطم چیف کی نظریں اپنی گھڑی پر تھیں۔ وہ بار بار کرسی سے اُٹھتا اور پھر بیٹھ جاتا۔ پھر اُس نے اپنی اُنگلی ہوا میں اُٹھائی اور کہا:

"پہلے عمران کو لاؤ۔"

دونوں خلائی آدمی اُٹھے اور لیبارٹری سے نکل گئے۔

عمران اپنی تاریک کوٹھڑی میں اسٹریچر پر بے بسی کی حالت میں پڑا چھت کو گھور رہا تھا کہ اچانک آہنی دروازے کا پٹ ایک طرف ہٹ گیا۔ کوٹھڑی میں ہلکی سی روشنی داخل ہوئی عمران نے اسٹریچر پر پڑے پڑے آنکھیں گھُما کر دیکھا۔ وہی دونوں خلائی آدمی اندر داخل ہو رہے تھے۔ یہ مُجھے کہاں لے جانے کے لیے آتے ہیں؟ اس نے سوچا۔ خلائی آدمی

اسٹریچر کو چلاتے کوٹھڑی سے نکال کر لے گئے۔ عمران اسٹریچر پر نیم جان لاش کی طرح پڑا تھا۔ اسٹریچر غار کی ڈھلان اُتر رہا تھا۔ پھر وہ ایک طرف کو گھوم گیا۔ سامنے لیبارٹری کا دروازہ تھا۔ طوطم چیف نے ہاتھوں پر آپریشن کے سفید دستانے پہن لیے تھے اور بالکل تیّار تھا۔ عمران کو آپریشن والے اسٹریچر پر الٹا ڈال دیا گیا۔

عمران کو پہلی بار ایک عجیب سا خوف محسوس ہوا۔ یہ لوگ اُس کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ وہ سوچنے لگا۔ کیا یہ اُس کے جسم کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے؟ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ طوطم چیف نے عمران کی گردن میں بے ہوشی کا ٹیکہ لگا دیا۔ اُس کا جسم تو پہلے ہی سُن تھا۔ اِس انجکشن نے اُس کا دماغ بھی سُن کر دیا۔ آپ وہ نہ سوچ سکتا تھا نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ پوری طرح بے ہوش ہو چکا تھا۔

طوطم چیف نے کمر پر سے عمران کی قمیض کو اُوپر سرکا دیا۔ پھر ایک خاص قسم کے خلائی آپریشن چاقو سے عمران کی کمر میں ریڑھ کی ہڈّی کے بالکل قریب چھوٹا سا شگاف ڈال دیا۔ خون نکلا مگر خلائی چاقو نے اُس خون کو وہیں خشک کر کے زخم کے مُنہ کو بند کر دیا۔ عمران کی ریڑھ کی ہڈّی صاف نظر آ رہی تھی۔

طوطم چیف نے المونیم کی چِمٹی سے سیکرٹ کیپسول کو ڈبیہ میں سے اُٹھایا اور عمران کی ریڑھ کی ہڈّی کے ساتھ لگا کر اِس طرح سے جوڑ دیا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سیکرٹ کیپسول بالکل چھوٹا سا تھا۔ اِس کے بعد ٹانکے لگا کر گوشت اور پھر کھال کو سی دیا گیا۔ طوطم چیف آپریشن مکمّل کرنے کے بعد پیچھے ہٹ گیا۔ اُس کی جگہ دوسرا خلائی آدمی آگے بڑھا۔

اس نے زخم پر ایک ایسی دوائی روئی میں بھگو کر لگائی کہ عمران کے کمر پر سے زخم کا نشان بھی مٹ گیا۔ دیکھنے سے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں چاقو سے شگاف ڈال کر عمران کی ریڑھ کی ہڈّی کے ساتھ سیکرٹ کیپسول جوڑ دیا گیا ہے۔

جب آپریشن مکمّل ہو گیا تو طوطم چیف نے حُکم دیا:

"اِسے تہہ خانے میں لے جا کر بند کر دو۔ شیبا کا آپریشن کل صُبح ہو گا۔ اِس کے بعد کل ہی رات کو بارہ بجے خلائی تابوت کھولا جائے گا۔"

دونوں خلائی آدمی عمران کو اسٹریچر پر ڈال کر اُس کی کوٹھڑی میں چھوڑ آئے۔ دس منٹ بعد ہی عمران کو ہوش آ گیا۔ صرف اُسے ہوش ہی آیا تھا۔ اُس کا جسم ابھی تک ویسے ہی بے حس اور سُن تھا اور وہ اپنے اسٹریچر سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ سوچنے لگا کہ آخر اُس کے جسم کے

کِس حصّے کا آپریشن کیا گیا تھا؟ وہ اپنے جسم کو گردن اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ صرف آنکھیں ہی گھُما سکتا تھا۔ اتنا اُسے یقین تھا کہ اُس کا آپریشن ضرور کیا گیا ہے مگر یہ کِس جگہ کا آپریشن تھا؟ یہ معمّا اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اُس نے لیٹے لیٹے آنکھوں کے ڈیلے نیچے کر کے اپنے جسم پر ایک نگاہ ڈالی۔ اُس کا جسم صحیح سالم تھا۔ دونوں بازو اور دونوں ٹانگیں بھی سلامت تھیں۔ وہ کُچھ سمجھ نہ سکا کہ کِس قسم کا آپریشن ہوا ہے۔ سیکرٹ کیپسول نے ابھی عمران کے جسم کے اندر اپنا کام شروع نہیں کیا تھا۔ طوطم چیف چاہتا تھا کہ جب شیبا کا بھی آپریشن ہو جائے تو پھر وہ اپنے کمپیوٹر ریموٹ سے دونوں کے سیکرٹ کیپسول چلا دے اور یوں اُن کے ذہن بدل ڈالے اور اپنی مرضی کے مطابق اُن سے کام لینا شروع کرے۔ اب ہم شیبا کی کوٹھڑی کی طرف چلتے ہیں۔ وہ اُسی زیرِ زمین خُفیہ

خلائی لیبارٹری کی ایک کوٹھڑی میں سٹریچر پر اِس طرح سے پڑی کہ اُس کا بھی سارا جسم سُن ہو گیا تھا اور وہ بھی صرف دیکھ سکتی تھی۔ سوچ سکتی تھی اور سُن سکتی تھی۔ وہ نہ حرکت کر سکتی تھی اور نہ بول سکتی تھی۔ شیبا اسٹریچر پر پڑی سخت پریشان تھی۔ اُسے اپنے ڈیڈی ممّی کا خیال آرہا تھا کہ نہ جانے وہ اسے کہاں کہاں تلاش کر رہے ہوں گے اور کِس قدر پریشان ہو رہے ہوں گے۔ پھر اُسے عمران کا خیال بھی آرہا تھا کہ وہ کس حال میں ہو گا۔ کہاں ہو گا؟

شیبا اِس لیے بھی زیادہ پریشان تھی کہ اس کا جسم خلائی شعاع سے سُن کر دیا گیا تھا اور وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ ورنہ وہ ضرور وہاں سے فرار ہونے کی کوئی ترکیب سوچتی۔ لیکن اب وہ مجبور تھی۔ بے بس تھی۔

کوٹھڑی میں دیوار کے کِسی سوراخ میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی آرہی تھی۔ شیبا

چھت کو تک رہی تھی کہ اچانک اُسے ایک عجیب سی آواز سُنائی دی۔ یہ ایسی آواز تھی جیسے کسی نے زور سے گہرا سانس لیا ہو۔ شیبا صرف آنکھیں ہی گھُما سکتی تھی۔ اُس نے آنکھیں گھُما کر اُس طرف دیکھا جِدھر سے اُسے پُراسرار سانس لینے کی آواز آئی تھی۔ اُسے اپنے اسٹریچر کے دائیں بائیں کُچھ دِکھائی نہ دیا۔ وہ سوچنے لگی شاید یہ اُس کا وہم تھا۔ مگر اُس کے بعد پھر وہی آواز آئی۔ اِس بار یہ آواز ایک زبردست پھُنکار کی آواز تھی۔ شیبا نے دائیں جانب آنکھیں گھمائیں اور اُس کا ذہن سنسنانے لگا۔ اُس کے ذہن پر خوف چھا گیا۔ کیوں کہ اُس کی دائیں جانب اسٹریچر کے قریب ہی ایک کالے رنگ کا سانپ فرش سے تین فیٹ بُلند پھَن اُٹھائے جھوم رہا تھا اور اپنی لال لال زبان نکال رہا تھا۔ شیبا کو اِس خیال سے ذرا سی تسلّی بھی ہوئی کہ سانپ اُسے ڈس بھی لے تو وہ مرے گی نہیں۔ کیوں کہ اُس کا جسم تو

سُن ہوگیا ہے۔ سانپ کا زہر اُس کے جسم میں داخل نہیں ہو سکے گا لیکن سانپ اس کی آنکھوں پر بھی ڈس سکتا ہے۔ مُمکن ہے وہ اُس کی آنکھیں اپنے دانتوں سے باہر نکال کر پھینک دے۔ اِس خیال سے شیبا پر خوف چھا گیا اور دہشت کے مارے اُس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

ایک بار پھر پھُنکار کی زبردست اور رونگٹے کھڑے کر دینے والی آواز آئی۔ شیبا نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ کالا سانپ اُس کے چہرے کے اوپر اپنے پھن کو جھکائے اُس کی آنکھوں میں اپنی سُرخ سُرخ آنکھیں ڈالے غور سے گھور رہا تھا۔ اگر شیبا بول سکتی تو اُس کے حلق سے ضرور چیخ نکل جاتی۔ دہشت کے مارے شیبا نے آنکھیں بند کر لیں۔



دماغ بدل گیا

کالے سانپ نے اپنا پھن شیبا کے مُنہ پر جھکا دیا۔

شیبا کا چہرہ چوں کہ جسم کے ساتھ ہی سُن ہو چکا تھا اس لیے وہ اپنے چہرے پر سانپ کا سانس محسوس نہ کر سکی۔ اُس نے خوف کے مارے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ کالے سانپ نے اپنا مُنہ شیبا کی آنکھوں کے درمیان رکھا اور ڈس لیا۔ شیبا کو پھر بھی کُچھ محسوس نہ ہوا۔ کالے سانپ نے اپنا

زہر شیبا کے جسم میں داخل کر دیا تھا۔ اُس نے اپنا پھن پیچھے ہٹا لیا۔ شیبا کو اپنا خوف کم ہوتا محسوس ہوا۔ اُس نے جلدی سے آنکھیں کھول ڈالیں۔ کیا دیکھتی ہے کہ کالا سانپ اس کے اوپر جھُکا ہوا ہے مگر تھوڑا پیچھے ہو گیا ہے۔ شیبا حیران تھی کہ یہ سانپ کہاں سے آ گیا ہے اور اس سے کیا چاہتا ہے؟

وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا جسم ایک دم سے گرم ہو گیا اور اُس کے بدن میں جیسے دوبارہ جان پڑ گئی۔ وہ اپنا ہاتھ اور پاؤں ہلا سکتی تھی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ سانپ پیچھے ہو گیا۔ وہ مسلسل شیبا کی طرف تک رہا تھا۔ شیبا کو حیرانی ہو رہی تھی کہ اُس کے مُردہ جسم میں دوبارہ طاقت کیسے واپس آ گئی۔ وہ اسٹریچر سے نیچے اُتر آئی۔ مگر سانپ کی وجہ سے ڈر کر دیوار کے ساتھ لگ گئی۔ اُسے خطرہ تھا کہ اب چوں کہ اُس کے جسم کی

طاقت واپس آ گئی ہے اِس لیے اگر سانپ نے کاٹا تو اُس زہر سے مر جائے گی۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ سانپ کے کاٹنے وجہ سے اُس کو دوبارہ زندگی ملی ہے۔ کالا سانپ پھن اُٹھائے شیبا کو تک رہا تھا۔

کوٹھڑی میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی تھی جو دیوار میں کِسی جگہ سے پھُوٹ رہی رہی تھی۔ شیبا آہستہ سے کھسکتی ہوئی دروازے کے پاس آ گئی۔ دروازہ لوہے کا تھا اور بڑی سختی سے بند تھا۔ وہ باہر نکلنا چاہتی تھی۔ اُس نے دروازے کو باہر کی طرف زور لگا کر دھکیلا، مگر دروازے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اتنے میں کالا سانپ اپنا پھن فرش سے تین فیٹ بُلند کیے رینگتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ شیبا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔

سانپ نے شیبا کی طرف گردن گھُما کر دیکھا۔ شیبا دیوار کے ساتھ سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ سانپ اُس کی طرف یوں دیکھ رہا تھا کہ شیبا کو لگا جیسے وہ

اُس سے کوئی بات کرنے والا ہے۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ سانپ کی زبان لہرائی اور پھر شیبا کو ایک دھیمی سی مردانہ آواز سُنائی دی۔

”شیبا! مُجھ سے ڈرو نہیں۔ میں تمہارا دوست ہوں۔“

پہلے تو شیبا کو یقین نہ آیا کہ یہ سانپ بولا ہے۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی کہ شاید کوئی آدمی وہاں آگیا ہے جس نے یہ جملہ کہا ہے۔ مگر وہاں اُن دونوں کے سوا اور کوئی بھی نہیں تھا۔ کالے سانپ کی ایک بار پھر دھیمی آواز آئی۔

”تم نے میری ہی آواز سُنی ہے شیبا۔ یہاں میں ہی تمہارا دوست ہوں اور میرے ہی ڈسنے سے تمہارے جسم میں دوبارہ طاقت آئی ہے۔“

اب تو شیبا کو یقین کرنا ہی پڑا کہ یہ سانپ ہی بول رہا ہے۔ مگر سانپ کیسے

آدمی کی آواز میں بول سکتا ہے۔ یہ سانپ ضرور کوئی جن بھُوت ہے یا جادُوگر ہے جو سانپ بن گیا ہے۔ شیبا نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر سہمی ہوئی آواز میں پوچھا :

"تم ۔ تم کون ہو؟"

سانپ کی آواز آئی :

"یہ میں تمھیں ابھی نہیں بتا سکتا۔ اِس وقت میں صرف تمھیں اِس قید خانے سے نکالنے آیا ہوں۔"

اتنا کہہ کر کالے سانپ نے لوہے کے بند دروازے کے ایک طرف اپنا پھن جھُکایا اور اپنے مُنہ سے پھنکار ماری۔ اِس پھنکار کے ساتھ شعلے کی ایک لکیر نکل کر دروازے کے آہنی پٹ پر پڑی اور دروازہ ایک طرف

سے یوں کٹ گیا جس طرح کوئی ویلڈنگ کی نالی سے دروازے کو کاٹ ڈالے۔ سانپ نے شیبا سے کہا :

"دروازے کو دھکیلو۔"

شیبا نے دروازے کو آہستہ سے دھکیلا۔ دروازہ کھُل گیا۔ سانپ دھیمی آواز میں بولا :

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

کالا سانپ کوٹھڑی سے نکل کر راہداری میں آگیا جہاں کونے میں ایک نیلا لیمپ روشن تھا۔ شیبا اُس کے پیچھے چلنے لگی۔ سانپ اُسے لے کر راہ داری میں ایک طرف گھوم گیا۔ آگے دیوار میں ایک چھوٹا سا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ سانپ نے شیبا سے کہا :

”گڑھے میں اُتر جاؤ اور فرش پر پتھرّ کی جو سِل ہے اُسے ہٹاؤ۔“

شیبا نے ایسا ہی کیا۔ وہ گڑھے میں اُتر گئی۔ نیچے پتھرّ کی ایک سِل تھی۔ شیبا نے سِل کو ہٹایا تو نیچے ایک راستہ بنا ہوا تھا۔ سانپ خود اُس راستے میں اُتر گیا اور شیبا کو اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔ یہ ایک تنگ اور اندھیرا راستہ تھا۔ شیبا کا سر دیوار سے ٹکرا رہا تھا۔ جھُک کر سانپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ اُسے سانپ نظر نہیں آ رہا تھا، مگر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ سانپ آگے آگے چل رہا ہے۔ کُچھ دیر بعد کالے سانپ کی دھیمی مردانہ آواز پھر آئی:

”شیبا اِسی طرح چلتی آؤ۔ گھبرانا نہیں ہے۔“

یہ ایک تاریک اندھیری سُرنگ تھی جو زمین کے نیچے بنی ہوئی تھی۔ اُس میں مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے جنھیں شیبا اپنے دونوں ہاتھوں

سے بار بار پیچھے ہٹا رہی تھی۔ کُچھ دور تک چلنے کے بعد سُرنگ میں دُور روشنی دِکھائی دینے لگی۔ روشنی بڑی پھیکی تھی جیسے صُبح سورج نکلنے سے پہلے ہوتی ہے۔

سُرنگ ایک قبر میں نکل آئی تھی جہاں ایک مُردے کی ہڈّیاں بکھری ہوئی تھیں۔ سانپ نے شیبا سے کہا :

"شیبا! تُم اِس وقت آسیبی قبرستان کی ایک پرانی قبر میں ہو۔ یہاں سے نکل کر جتنی جلدی ہو سکے اپنے گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔"

اب پہلی بار شیبا نے سانپ سے عمران کا ذکر کیا اور کہا :

"میرا ایک بھائی عمران بھی اِس خلائی مخلوق کی قید میں ہے۔ کسی طرح اُسے بھی یہاں سے نکالو۔ مُجھے یقین ہے کہ خلائی مخلوق نے اُسے بھی قید میں بند

کر رکھا ہو گا۔" سانپ نے سرگوشی نما آواز میں کہا :

"عمران بھی ایک کوٹھڑی میں قید ہے ۔ تُم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے بھی یہاں سے نکال دوں گا۔"

شیبا نے جلدی سے کہا :

"اللہ کے لیے اُسے ابھی یہاں سے نکال دو نہیں تو اللہ جانے یہ بد بخت خلائی مخلوق اس کا کیا حشر کرے ۔"

سانپ نے کہا :

"تُم اِس خلائی مخلوق کی طاقت سے واقف نہیں ہو شیبا۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ میں بھی یہاں موجود تھا ورنہ تمہارا یہاں سے باہر نکلنا ناممکن تھا۔"

شیبا بولی۔ "اِسی لیے تو میں تُم سے مدد چاہتی ہوں۔ کیوں کہ عمران کو بھی تم ہی یہاں سے نکال سکتے ہو۔"

سانپ کہنے لگا :

"تم فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ عمران بھی یہاں سے ضرور آزاد ہو گا۔ اب جاؤ۔"

شیبا پُرانی قبر کے گڑھے میں سے باہر نکل آئی۔ یہ آسیبی قبرستان ہی تھا۔ آسمان پر پچھلے پہر کی نیلی روشنی پھیل رہی تھی۔ شیبا قبروں کے درمیان تیز تیز چلنے لگی۔ قبرستان کی ڈیوڑھی میں سے گُزر کر وہ اپنی کار کی طرف آئی اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔



دوسری جانب عمران اپنی کوٹھڑی میں اسٹریچر پر اِسی طرح پڑا تھا۔ اُس کا جسم ابھی تک بے حِس تھا۔ اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں اور وہ چھت کو گھورتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ آخر اِس کو خلائی مخلوق آپریشن والے اسٹریچر پر کس لیے لے گئی تھی اور اُسے بے ہوش کس لیے کیا گیا تھا۔ اُس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اِس خلائی مخلوق کے جسم اور چہرے اور آواز بالکل اپنی زمین کے لوگوں جیسی ہے۔ اُس کا مطلب تھا کہ یا تو اِن لوگوں نے اپنی انتہائی ترقّی یافتہ خلائی سائنس کی مدد سے زمین کے لوگوں جیسا حُلیہ بنا لیا ہے اور یا پھر یہ کسی دوسرے نظامِ شمسی کے کسی ایسے سیّارے سے تعلّق رکھتے ہیں جہاں کی فضا اور آب و ہوا بالکل ہماری زمین جیسی ہے۔ ایک دم سے عمران کو جھٹکا لگا۔

خُفیہ لیبارٹری میں طوطم چیف اپنے خاص خلائی کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا۔

اُس نے دو تین بٹن دبائے اور کمپیوٹر کی اسکرین پر عمران کے جسم کا ایکس رے نمودار ہوگیا۔ یہ عمران کے جسم کی اسکیننگ تھی۔ عمران کی ہڈّیوں کا جوڈھانچہ کمپیوٹر کی اسکرین پر دِکھائی دے رہا تھا اُس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ننّھا سا نُقطہ بار بار چمک رہا تھا۔ یہ وہ سیکرٹ کیپسول تھا جو طوطم چیف نے لگایا تھا۔ طوطم نے ایک خاص بٹن دبایا۔ دوسری طرف اپنی کوٹھڑی میں اسٹریچر پر عمران کو ایک اور جھٹکا لگا۔ اِس کے ساتھ ہی اُسے اپنے جسم میں توانائی واپس آتی محسوس ہوئی۔ اُس کے مُردہ جسم کا خون دوبارہ گردش کرنے لگا۔ وہ اسٹریچر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ بڑا خوش تھا کہ ایک بار پھر زندہ لوگوں میں واپس آگیا ہے۔ وہ اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ جیسے اُس کے کان میں کسی کی پُراسرار سرگوشی سُنائی دی:

”عمران !واپس اسٹریچر پر جا کر لیٹ جاؤ۔“

عمران نے اِس آواز کو اپنا وہم خیال کیا اور دروازے کی طرف بڑھا کہ وہاں سے فرار ہو جائے، مگر اُس کے قدموں نے جیسے دروازے کی طرف چلنے سے اِنکار کر دیا۔ اُس کے قدم اپنے آپ اسٹریچر کی طرف آ گئے اور وہ اسٹریچر پر آ کر لیٹ گیا۔ لیبارٹری میں کمپیوٹر کے آگے بیٹھے خلائی چیف طوطم نے اسکرین پر عمران کے ڈھانچے کو اسٹریچر پر واپس آ کر لیٹتے دیکھا تو اُس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ آ گئی۔ سیکرٹ کیپسول نے کام یابی سے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اب اُس نے ایک دوسرا بٹن دبایا اور آہستہ سے سر گوشی کی :

”عمران !اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف چلو۔“

عمران کے کانوں میں وہی سر گوشی سُنائی دی تو وہ کسی غیبی طاقت کے اثر

سے اسٹریچر سے اُٹھا اور آہستہ آہستہ کسی مشینی آدمی کی طرح قدم اُٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ اپنے آپ کھُل گیا۔ اُس کے کان میں سرگوشی کی آواز آئی :

"غار میں بائیں طرف چلو۔ آگے ایک زینہ زمین کے نیچے جاتا ہے۔ زینے سے اُتر کر راہ داری میں آجاؤ۔"

عمران اپنے آپ غار میں بائیں طرف گھوما اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ چند قدم چلنے کے بعد ایک زینہ زمین کے اندر اُترتا تھا۔ عمران زینے کی نیم روشن سیڑھیاں اُترنے لگا۔ زینہ ختم ہوا تو سامنے ایک چھوٹی سی راہ داری آگئی جہاں چھت میں سے نیلی روشنی نکل رہی تھی۔ عمران کے کان میں طوطم کی سرگوشی سُنائی دی۔

"سامنے والے کمرے میں آجاؤ۔"

عمران قدم قدم چلتا سامنے والے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ عمران کا ذہن جیسے گونج رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اپنی یادداشت بھول رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں اپنے امّی ابّو اور دوستوں اور رشتے داروں اور شیبا کی شکلیں دُھندلی ہوتی جا رہی تھیں۔ اُسے اپنا نام بھی بھولنے لگا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ کمرے میں المونیم کی گول میز درمیان میں پڑی ہے، اُس کے گرد تین المونیم کی کرسیاں رکھی ہیں۔ چھت پر سے روشنی اُن پر پڑ رہی ہے۔ کمرے کی دیواریں بھی المونیم کی ہیں اور چمک رہی ہیں۔ کمرے میں ایک طرف دیوار کے ساتھ شیشے کا ایک تابوت پڑا تھا جس کا ڈھکنا کھُلا ہوا تھا۔ عمران کے کان میں سرگوشی ہوئی۔

"عمران !اِس تابوت میں لیٹ جاؤ۔"

عمران تو جیسے پُراسرار خلائی سرگوشی کے حُکم کا غُلام بن چُکا تھا۔ وہ اپنے آپ تابوت کی طرف بڑھا اور اُس میں لیٹ گیا۔ وہ مُردے کی طرح بالکل سیدھا لیٹا تھا۔ آہستہ آہستہ تابوت کا ڈھکنا نیچے ہونے لگا اور پھر تابوت کے اوپر آکر لگ گیا۔ شیشے کا تابوت بند ہو گیا تھا۔ عمران اس کے لاش کی طرح ہاتھ سینے پر باندھے لیٹا تھا۔ اُس کی آنکھیں کھُلی تھیں اوت وہ اوپر تک رہا تھا۔ اُس کا جسم زندہ تھا مگر اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے نہ اپنے ہاتھ پیر ہلا سکتا ہے اور نہ کُچھ سوچ سکتا ہے۔ کمرے کا آہنی دروازہ خود بہ خود بند ہو گیا تھا۔

طوطم چیف کمپیوٹر کے آگے سے ہٹ گیا۔ دونوں خلائی آدمی اُس کے قریب ہی کھڑے تھے۔ طوطم چیف نے اُن کی طرف دیکھا اور کہا:

"عمران اب پوری طرح سے ہمارے قبضے میں ہے۔ یہ ہماری طرح کی

خلائی مخلوق میں تبدیل ہو چکا ہے اور اِس دُنیا میں ہمارے لیے کام کرے گا اور اس شہر سے ہماری پسند کے لڑکوں اور لڑکیوں کو ورغلا کر ہمارے پاس آسیبی قبرستان میں لائے گا جہاں سے اِن لڑکیوں اور لڑکوں کو اپنے خلائی سیّارے پر پہنچا دیا کریں گے۔"

دونوں خلائی آدمی بڑے خوش ہوئے۔ ایک نے پوچھا:

"مگر چیف شیبا کو ہم کب اپنی خلائی مخلوق میں تبدیل کریں گے۔ میرا مطلب ہے کہ ہم شیبا کی ریڑھ کی ہڈی میں خلائی کیپسول کب لگائیں گے، کیوں کہ ہمیں ایک ایسی لڑکی کی بھی تو ضرورت ہے جو اِس شہر کی لڑکیوں کو ہماری خلائی لیبارٹری میں لا سکے۔"

طوطم چیف نے گہرا سانس کھینچ کر چھوڑا اور آہستہ سے کہا:

"سب سے پہلے ہمیں آج آدھی رات کو خلائی تابوت کی لاش کو قبرستان میں لے جانا ہے۔ اِس کے فوراً بعد شیبا کی ریڑھ کی ہڈّی میں سیکرٹ کیپسول لگا دیا جائے گا۔ پھر اِن دونوں یعنی عمران اور شیبا کو چھوڑ دیں گے اور یہ ہمارے کمپیوٹر کنٹرول کے قبضے میں ہوں گے اور ہماری مرضی کے مطابق کریں گے۔"

پھر طوطم چیف نے اپنی خلائی گھڑی پر وقت دیکھا اور بولا :

"میں اوپر اپنے سیّارے میں جا رہا ہوں۔ مُجھے گریٹ کِنگ سے کُچھ ضروری مشورہ کرنا ہے۔ رات کے دس بجے واپس آ جاؤں گا۔ پھر خلائی تابوت کو کھولا جائے گا۔"

پھر کہہ کر طوطم چیف ایک برقی دروازے میں سے گُزر کر اِس لیبارٹری میں آ گیا جہاں دیوار کے ساتھ شیشے کا بہت بڑا سلنڈر لگا ہوا تھا۔ دونوں خلائی

آدمی اس کے ساتھ تھے۔ وہ آتے ہی سلنڈر میں داخل ہوگیا۔ شیشے کے گول سلنڈر میں المونیم کے تین اسٹول رکھتے تھے۔ طوطم ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔ سلنڈر کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ طوطم نے اشارہ کیا۔ خلائی آدمی نے آگے بڑھ کر پینل پر ایک بٹن کو دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی سلنڈر میں ایک دم نیلی روشنی پھیل گئی اور طوطم چیف کا جسم روشنی کے ذرّات بن کر وہیں غائب ہوگیا۔ طوطم چیف ایک سیکنڈ سے بھی کم مدّت میں ہمارے نظامِ شمسی نے نکل کر اپنے نظامِ شمسی کے سیّارے میں پہنچ چکا تھا۔

شیبا کو قبرستان سے نکالنے کے بعد کالا سانپ اُسی تنگ و تاریک سُرنگ میں سے رینگتا ہوا خلائی مخلوق کی زمین دوز لیبارٹری میں آگیا۔ اب وہ عمران کو اِس خلائی قید سے آزاد کروانا چاہتا تھا۔ سانپ کو عِلم تھا کہ عمران کِس کوٹھڑی میں بند ہے۔ وہ سُرنگ کے شگاف سے نکلا اور خلائی کمیں

گاہ سے نکلا اور خلائی کمیں گاہ کی راہ داری میں سے ہوتا ہوا ایک سوراخ میں سے گُزر کر عمران کی کوٹھڑی میں داخل ہوا۔ یہ دیکھ کر سانپ وہیں رُک گیا کہ عمران کا اسٹریچر خالی پڑا تھا۔ عمران اپنی کوٹھڑی میں نہیں تھا۔ کالے سانپ نے باری باری تمام کوٹھڑیوں میں تلاش کیا مگر عمران اُسے کہیں نہ ملا۔ دوسرے غار میں جانا سانپ کے لیے نا مُمکن تھا۔ کیوں کہ وہاں دیواریں فولاد کی تھیں جِن میں سے سانپ نہیں گُزر سکتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ خلائی مخلوق عمران کو فولادی دیواروں کے پیچھے لے جا چُکی ہے۔ وہ خاموشی سے آسیبی قبرستان والی قبر میں آ کر چھُپ گیا اور کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا۔

دوسری جانب شیبا تیزی سے اپنی کار چلاتے ہوئے شہر کے آباد علاقے میں پہنچی اور پھر سیدھی اپنی کوٹھی میں آ گئی۔ اُسے دیکھ کر اُس کی ممّی اور

ڈیڈی کے چہرے خُوشی سے کھِل اُٹھے۔ اُنھوں نے شیبا کو پیار کیا اور پوچھا کہ وہ کہاں چلی گئی تھی؟ شیبا نے کہا :

"اللہ کے لیے مُجھے سو جانے دیجیے۔ میں ابھی کُچھ نہیں بتا سکتی۔" اور شیبا اپنے کمرے میں جاتے ہی پلنگ پر ِگری اور گہری نیند میں کھو گئی۔ ڈیڈی اور ممّی نے فوراً پولیس کو اِطّلاع کر دی کہ اُن کی بیٹی گھر واپس آ گئی ہے۔ وہ ایک رشتے دار کے پاس دوسرے شہر چلی گئی تھی۔ اِس کے بعد اُنھوں نے عمران کے امّی ابّو کو بھی فون پر اِطّلاع کر دی کہ شیبا واپس آ گئی ہے۔ ابھی اُس نے کُچھ نہیں بتایا کہ وہ کہاں غائب ہو گئی اور عمران اسے ملا کہ نہیں۔ عمران کے امّی ابّو اُسی وقت شیبا کی کوٹھی پر آ گئے اور شیبا کے جاگنے کا انتظار کرنے لگے۔

شیبا سو کر اُٹھی تو اُس کے پلنگ کے گرد سبھی بیٹھے تھے۔ اُنھیں بتایا کہ

آسیبی قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے آسمان کے کسی دور دراز سیّارے سے آئی ہوئی مخلوق کی لیبارٹری ہے جو ہماری دُنیا کے سیّارے کو تباہ کرنے کا پروگرام بنائے ہوئے ہے تو سب ایک دوسرے کا مُنہ تکنے لگے۔ کسی کو شیبا کی بات کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ سب یہی سمجھے کہ شیبا آسیبی قبرستان گئی تھی اِس پر کسی بد روح کے آسیب کا اثر ہے۔ اُس کے ڈیڈی نے کہا:

"شیبا بیٹی تُم ابھی آرام کرو۔ پھر بات کریں گے۔"

شیبا نے کہا:

"ڈیڈی! آپ میری بات کا یقین کیوں نہیں کر رہے؟ مُجھے خلائی مخلوق نے پکڑ کر قید میں ڈال دیا تھا اور عمران بھی وہیں قید ہے۔ اگر کالا سانپ میری مدد نہ کرتا تو میں کبھی آپ کے پاس نہ پہنچ سکتی۔"

جب شیبا نے کالے سانپ کا ذکر کیا تو وہاں بیٹھے ہوئے ہر ایک کو یقین ہو گیا کہ شیبا پر کسی نے ضرور جادُو کر دیا ہے۔ اس کی ممّی تو رونے لگی۔ عمران کی امّی اپنے بیٹے لیے پریشان تھی۔ اس نے پوچھا: "بیٹی! کیا تُم نے اپنی آنکھوں سے عمران کو وہاں دیکھا ہے۔"

شیبا نے جواب دیا:

"میں نے اُسے دیکھا تو نہیں آنٹی، مگر کالے سانپ نے مُجھے بتایا تھا کہ عمران کو بھی خلائی مخلوق نے قید کر رکھا ہے۔"

اب تو کسی کو بھی ذرا سا شُبہ نہ رہا کہ شیبا پر کسی بھُوت پریت کا اثر ہو گیا ہے۔ اُسی وقت ڈاکٹر کو بُلوایا گیا۔ ڈاکٹر شیبا کا معائنہ کیا۔ بلڈ پریشر چیک کیا۔ ایک انجکشن لگا دیا جس سے اُسے نیند آ گئی۔ اُس کی ممّی اور ڈیڈی نے عمران کے امّی ابّو سے کہا کہ ہمیں پولیس کو خبر کر دینی چاہیے۔ اُسی وقت

پولیس کو دوبارہ ٹیلیفون کیا گیا کہ شیبا پر کسی نے جادُو کر دیا ہے اور وہ عمران کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ خلائی مخلوق کی قید میں ہے۔ پولیس انسپکٹر نے یہ سُنا تو ٹیلیفون پر ہی جواب دیا۔

"محترمہ! بہتر ہو گا کہ آپ اپنی بیٹی کا دماغی معائنہ کروائیں۔ آپ کی بیٹی آپ کو واپس مل گئی ہے۔ اب آپ آرام سے بیٹھیں۔ عمران کو پولیس تلاش کر رہی ہے وہ بھی مل جائے گا۔"

عمران کے امّی ابّو فکر مند سے ہو کر واپس گھر آ گئے۔

شام کو شیبا جاگ پڑی۔ ڈاکٹر کے انجکشن کا اثر ختم ہو چکا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ گھر میں اس بات کا کوئی یقین نہیں کرے گا۔ اس نے خلائی مخلوق کے سگنل کی تحریر اُٹھا کر جیب میں ڈالی اور پولیس اسٹیشن آ گئی۔ یہاں اُس نے انسپکٹر کو ساری بات بیان کر دی اور ثبوت کے طور پر خلا سے آیا ہوا وہ سگنل بھی

دِکھایا جو عمران نے کاغذ پر لکھا ہوا تھا۔ پولیس انسپکٹر سگنل کو پڑھنے لگا۔ پھر بولا:

"کاغذ تو کوئی ثبوت نہیں کہ یہ سگنل خلا سے آیا ہے۔"

شیبا نے کہا:

"یہ عمران کے کمپیوٹر پر پکڑا گیا تھا۔ عمران اور میں نے خود خلائی مخلوق کو دیکھا ہے۔ اُن کی خُفیہ لیبارٹری قبرستان کے ٹیلوں کے نیچے ہے۔ آپ وہاں چل کر چھاپہ ماریں اور خلائی مخلوق کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں نہیں تو وہ ہماری دُنیا میں تباہی مچا دیں گے۔ وہ قاتل مشن لے کر زمین پر اُترے ہیں۔"

یہاں بھی جب شیبا نے بتایا کہ کالے سانپ نے اُس کو فرار کروانے میں

اس کی مدد کی تھی تو پولیس انسپکٹر کو بالکل ہی یقین ہو گیا کہ اِس لڑکی کا دماغ چل چکا ہے اور اِس پر بھُوت پریت کا اثر ہو گیا ہے۔ اُس نے یہ کہہ کر شیبا کو پولیس اسٹیشن سے رُخصت کر دیا کہ ہم ضرور تفتیش کریں گے۔

اس وقت شام ہو رہی تھی۔ شیبا کے جانے کے بعد پولیس کا انسپکٹر شہباز جو ایک نوجوان افسر تھا نے کاغذات ایک طرف رکھے اور سر ہلا کر بولا: پڑھی لکھی لڑکی ہو کر بھی یہ شیبا کسی پاگلوں جیسی باتیں کہ رہی تھی۔ ضرور اس پر کسی بد روح کا اثر ہو گیا ہے۔"

پولیس انسپکٹر شہباز اُٹھا اور کنٹین میں چائے پینے چل دیا۔

شیبا پریشانی کی حالت میں گھر واپس آ گئی اور عمران کو خلائی مخلوق سے نکالنے کے بارے میں غور فکر کرنے لگی۔

جب رات کے ٹھیک بارہ بجے تو خلائی مخلوق کی زیرِ زمین لیبارٹری کے اُس کمرے میں روشنی ہو گئی جہاں خلائی تابوت رکھا ہوا تھا۔ طوطم چیف گریٹ کنگ سے مشورہ کر کے اپنے دور دراز خلائی سیّارے سے واپس آ چکا تھا اور رات کے بارہ بجنے کا انتظار کر رہا تھا۔ دونوں خلائی آدمی بھی اُس کے قریب ہی بیٹھے تھے۔ جب رات کے بارہ بجے کا عمل ہوا تو طوطم چیف نے اشارہ کیا۔

دونوں خلائی آدمی تابوت کی طرف بڑھے۔ اُنھوں نے تابوت کو کاندھوں پر اٹھایا اور کمرے سے باہر راہ داری میں آ کر ایک طرف چلنے لگے۔ طوطم چیف اُن کے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ زمین کے نیچے بنی ہوئی غار میں سے گُزرتے سیاہ ٹیلوں کے شگاف میں سے باہر نکل آئے۔ باہر رات کا اندھیرا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ تینوں خلائی آدمی تابوت

کو لے کر آسیبی قبرستان کے ویران کونے میں آ گئے۔ شکستہ قبروں کے نشان بھی باقی نہ رہے تھے اور جہاں آدمی دِن کے وقت آتے ہوئے ڈرتا تھا۔ ایک قبر بیٹھ گئی تھی۔ اُس میں گڑھا پڑا ہوا تھا۔ طوطم نے اُس قبر کی طرف اشارہ کیا۔ خلائی آدمیوں نے خلائی تابوت قبر کے گڑھے میں اس جگہ رکھ دیا جہاں اس قبر کے مُردے کی ہڈّیاں بِکھری پڑی تھیں۔ طوطم قبر میں اُتر گیا۔ اُس نے تابوت کا ڈھکن کھول دیا۔ تابوت کے اندر ایک ایسی لاش بالکل سیدھی لیٹی ہوئی تھی جس کا رنگ کالا تھا۔ بال حبشیوں کی طرح گھنگھریالے تھے۔ لاش سیاہ لمبے کوٹ میں ملبوس تھی۔ طوطم چیف نے لاش کے سینے پر سے کوٹ ہٹایا۔ لاش کے سینے میں ایک خنجر دھنسا ہوا تھا۔ طوطم نے خنجر باہر کھینچ لیا۔ لاش نے ایک جھرجھری سی لی۔ طوطم چیف نے اپنی خلائی زبان میں کہا :

"اسکالا! تُم اپنے سیّارے اوٹان سے پہلی بار زمینی سیّارے کے اِس قبرستان میں لائے گئے ہو۔ تمہیں اِس شہر میں جو کُچھ کرنا ہے اُس کے پروگرام کی ڈسک تمھارے دماغ کے چھوٹے سے کمپیوٹر میں لگا دی گئی ہے۔ اِس شہر میں عمران سے تمہارا رابطہ رہے گا۔ اِس کے ساتھ ایک لڑکی شیبا بھی تُم سے آن ملے گی۔ تُم تینوں مل کر زمین پر ہمارے خلائی قاتل مشن کو مکمّل کرنے میں ہماری مدد کرو گے۔ جواب دو۔"

خلائی لاش اسکالا کے حلق سے گڑگڑاہٹ نما آواز نکلی :

"ٹھیک ہے۔" طوطم نے تابوت بند کیا۔ قبر سے باہر نکلا اور خلائی آدمیوں کو اشارہ کیا۔ اُنھوں نے اُسی وقت قبر کے گڑھے کو مٹّی اور پتھرّوں سے بھر کر اوپر قبر کی ڈھیری بنا دی۔

آسیبی قبرستان سے اپنی خُفیہ زمین دوز لیبارٹری میں آتے ہی طوطم چیف

نے اپنے خلائی آدمی کو حُکم دیا کہ شیبا کو لے کر آپریشن لیبارٹری میں آ جاؤ۔ اوراِس کے ساتھ ہی وہ خود آپریشن لیبارٹری میں آ گیا۔ اُس نے آپریشن کا سارا سامان نکال کر اسٹریچر کے پاس میز پر رکھ دیا۔ پھر الماری میں سے سیکرٹ کیپسول والی ڈبیہ نکالی۔ یہ سیکرٹ کیپسول اُس نے شیبا کی کمر میں ریڑھ کی ہڈّی میں لگانا تھا تاکہ عمران کی طرح وہ بھی خلائی مخلوق کی غُلام بن کر اُن کے کمپیوٹر کے اشاروں پر کام کرے۔ اتنے میں خلائی آدمی گھبرایا ہوا داخل ہوا اور بولا:

"شیبا فرار ہو گئی ہے۔"

خلائی چیف کا رنگ اُڑ گیا۔ غُصّے سے اُس کا چہرہ نیلا پڑ گیا۔ اُس نے مُٹھّیاں بھینچ لیں اور چیخ کر کہا:

"وہ کیسے فرار ہو گئی؟ اُسے تلاش کرو۔ وہ یہاں سے نکل گئی تو ہمارا راز

فاش ہو جائے گا۔"

اُسی وقت شیبا کی تلاش شروع ہو گئی مگر وہ کہیں نہ ملی۔ طوطم چیف سخت پریشان تھا۔ آخر اُسے ایک ترکیب سوجھی۔ وہ لیبارٹری کمپیوٹر کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور اُس نے دو تین بٹن دبا دیے۔ اسکرین پر عمران کے جسم کا ڈھانچہ نمودار ہوا۔ طوطم نے نیلا بٹن دبایا۔ تہہ خانے کی کوٹھری میں اسٹریچر پر لیٹے لیٹے عمران تو ایک جھٹکا لگا اور وہ ہوشیار ہو گیا۔ اُس کے کان میں طوطم کی سرگوشی گونجی۔

"عمران! شیبا ہمارے تہہ خانے سے فرار ہو گئی۔ وہ دُشمن ہے۔ میں تمھیں حُکم دیتا ہوں کہ اُسے گھیر کر یہاں واپس لاؤ۔"

عمران کی کمر میں جو سیکرٹ کیپسول لگا ہوا تھا اُس کی وجہ اب وہ اِس خلائی مخلوق کا غُلام بن چُکا تھا۔ اُسے صرف اتنا ہی یاد تھا کہ وہ عمران ہے اور

خلائی مخلوق ہے اور شیبا اُس کی دُشمن ہے جو بھاگ گئی ہے اور طوطم چیف کے حُکم سے اُسے پکڑ کر واپس خُفیہ زمین دوز خلائی لیبارٹری میں لانا ہے۔ اُس نے آہستہ سے کہا: "چیف! آپ کا حُکم پورا ہوگا۔"

یہ کہہ کر عمران اسٹریچر سے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ اپنے آپ کھُل گیا۔ وہ سُرنگ میں آگیا۔ آگے ہر دروازہ خود بہ خود کھُلتا گیا۔ یوں رات کے اندھیرے میں عمران ٹیلے کے شگاف سے باہر نکل آیا۔ اُس کے نکلنے کے فوراً بعد شگاف کا آہنی دروازہ بند ہوگیا۔ عمران نے آسمان کی طرف دیکھا۔ تارے اُسے عجیب انگاروں کی طرح لگے۔ وہ پوری طرح خلائی مخلوق بن گیا تھا۔ پیچھے سے طوطم چیف کمپیوٹر پر بیٹھا اُسے کنٹرول کر رہا تھا۔ عمران آسیبی قبرستان میں سے ہوتا ہوا شہر کو جانے والی سڑک پر آگیا۔ اِس وقت رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ دور شہر کی

روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔

عمران سڑک پر پیدل ہی شہر کی طرف چل پڑا۔ وہ ایک مشینی آدمی کی طرح چل رہا تھا۔ اُس کے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا کہ شیبا کو پکڑ کر تہہ خانے کی لیبارٹری میں لانا ہے۔ عمران کی آنکھیں پتھرّ کی لگ رہی تھیں۔ شہر کی روشنیاں قریب آ رہی تھیں۔

* * * *

پھر کیا ہوا؟ کیا عمران نے شیبا کو طوطم چیف کے حوالے کر دیا؟۔۔۔۔

یہ خلائی ایڈونچر سیریز کی دوسری ناول "لاش چل پڑی" میں پڑھیے